سعدیہ عزیز آفریدی

آسمان کا افق

آؤ دل برباد کریں

سعدیہ عزیز آفریدی

یہ ہم سب کی متفقہ رائے تھی۔ شفاعت بھیا کبھی نہیں بدل سکتے۔ ان کا مکمل کنٹرول اماں کے ہاتھ میں تھا اور ہم تینوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کو اندازہ تھا کہ شادی کے بعد شفاعت بھیا کی بیوی کو کتنے جو کھم اٹھانے پڑیں گے۔ اگر اس نے شفاعت بھیا کو خوش رکھنے کے لیے اماں سے خوش گوار رشتہ استوار کرنے کی کوشش نہ کی۔

بظاہر وہ ہماری بھی اماں تھیں۔ مگر ان سے محبت صرف شفاعت بھیا کو تھی۔ باقی سب اماں کی زبان کی تیزی ان کے غصے اور حاکمیت کی وجہ سے ان سے دور بھاگتے تھے اور اماں بھی ہماری تو خوب گوشمالی کرتیں۔

مگر ان کے ماتھے کی ساری سلوٹیں شفاعت بھیا کو دیکھ کریوں گم ہو جاتیں جیسے تھی ہی نہیں۔ شفاعت بھیا کی مسکراہٹ بھی اماں کو دیکھ کر اتنی ہی گہری ہو جاتی تھی۔

میں نے اماں کو نرم یا دھیمے لہجے میں بات کرتے نہیں دیکھا۔ بڑے بھیا تو اسی وجہ سے شادی کے چھ(ماہ) بعد ہی الگ رہنے لگے تھے۔ ان کی بیوی سے اماں کے ناز نخرے نہیں اٹھائے گئے تھے۔

جب بڑے بھیا کی شادی ہوئی میں اس وقت سیکنڈری کلاس میں گیا تھا۔ عائشہ باجی بھابی آ(گئی) تھیں۔

ناولٹ

" راحت! اماں، عنایت بھیا کی شادی کررہی ہیں۔"

"شادی۔۔۔ وہ کیا ہوتی ہے؟" اس زمانے میں سب گھروں میں صرف پی ٹی وی آیا کرتا تھا جبکہ ہمارے گھر میں ٹی وی بھی نہیں تھا۔ میری معصومیت بجا تھی۔ عائشہ باجی یوں خوش ہورہی تھیں جیسے انہیں ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

"شادی۔۔۔ وہ ہی جو ابا کی اماں سے ہوئی تھی۔ اسی طرح عنایت بھیا کی دلہن آئے گی۔"

"ابا کی اماں سے شادی ہوئی تو وہ "اماں" بن گئیں۔ عنایت بھیا کی دلہن ہماری کیا کہلائے گی؟" میرا اگلا سوال تھا۔ عائشہ باجی میرے قریب بیٹھ گئیں۔

"بھابھی۔۔۔ وہ ہماری بھابھی کہلائے گی۔ انی خالہ کہتی ہیں بھابھی ماں کی طرح ہوتی ہے۔۔۔ جیسے ماں، ویسے بھابھی۔"

مجھے آج بھی یاد ہے، میں نے اپنی آنکھیں تکلیف سے میچ لی تھیں۔ میں جس پرانی ٹوٹی ہوئی گاڑی سے کھیل رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے آپ سے دور کردیا تھا۔

"مجھے نہیں چاہیے بھابھی۔۔۔" عائشہ باجی حق دق مجھے دیکھنے لگیں۔

"بھابھی تو اچھی ہوتی ہیں۔" اجمل بھیا میرے پاس آگئے۔ اجمل بھیا شفاعت بھیا سے چھوٹے اور عائشہ باجی سے بڑے تھے۔ میں نے ان کے پیار سے تھامے ہاتھ جھٹک دیے۔

"نہیں اچھی ہوتیں۔ عاشی باجی کہتی ہیں، جیسی اماں، ویسی بھابھی۔ مجھے ایک اور اماں نہیں چاہیے۔ گھر میں ہروقت شور نہیں چاہیے۔"

رات کو عنایت بھیا نوکری سے لوٹے تو سیدھے میرے کمرے میں آگئے۔ میں گم صم چارپائی پر لیٹا تھا۔

" راحت! کیا سوچ رہے ہو۔" میں نے ان کی شکل دیکھ کر کروٹ بدل لی۔

"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔" میرا انداز نروٹھا تھا۔ عنایت بھیا میرے قریب بیٹھ گئے۔

"تمہیں کہانیاں سننے کا شوق ہے نا؟" انہوں نے میری ٹوٹ بٹوٹ، عمر عیار کی زنبیل سے سجے بکس ریک کی طرف دیکھ کر جملہ خیر سگالی ادا کیا۔ میں نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔

"آپ مجھے بے وقوف نہ بنائیں۔ اماں نے آج تک مجھے ایک بھی کہانی نہیں سنائی اور وہ ٹی وی نہ لانے کی ضد پر بھی ایسے اڑی ہوئی ہیں جیسے ٹی وی کوئی بھوت ہو، جو سب کچھ بدل کر رکھ دے گا۔" عنایت بھیا مسکرانے لگے۔

"ٹی وی اگلے ماہ لا رہا ہوں میں۔ صفیہ کو ٹی وی دیکھنے کا بہت شوق ہے۔" میرا منہ اور پھول گیا۔ ٹی وی بھابھی کے لیے لا رہے تھے۔ یہ تو اماں سے بھی آگے تھیں اپنی بات منوانے کے حوالے سے۔

"صفیہ بہت پیار دے گی تمہیں۔ وہ میتھس میں بھی بہت اچھی ہے۔ تمہیں اس سے کافی مدد ملے گی۔" عنایت بھیا ساری باتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کے لا رہے تھے۔ جن سے میرے اور صفیہ بھابھی کے تعلقات اچھے ہوسکتے۔

"شفاعت بھائی کو پتا ہے یہ بات؟" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"شفو۔۔۔ اسے کیسے نہیں پتا ہوگا، اماں کا چمچہ ہے وہ۔" عنایت بھیا نے شرارت سے کہا تھا۔

اور یوں صفیہ بھابھی دلہن بن کر آگئیں۔ ان کا نکھرا نکھرا روپ میری طبع نفاست کو بہت فرحت بخشتا تھا۔ وہ شوخ اور چنچل سی تھیں۔ اماں کو ان کا یہ انداز زیادہ پسند نہیں تھا۔ مگر مجھے ان کا ہر انداز پسند تھا۔ وہ محبت جو ہمیشہ اماں سے ملنے کی توقع رہتی تھی، وہ صفیہ بھابھی سے مل رہی تھی۔

مگر اماں کا رویہ ناقابل برداشت تھا۔ صفیہ بھابھی کے ہر کام میں نقص ہی نظر آتے تھے۔

"بہت زیادہ نہ ہنسو۔۔۔ ٹی وی کی آواز کم رکھو۔۔۔ گھر میں گانے نہیں بجیں گے۔۔۔ پائل کی آواز بہت بری ہوتی ہے۔"

میں اماں کو نظر بچا، بچا کے گھورتا رہتا، کیونکہ ایک بھی کام ایسا نہیں تھا، جو میرے ننھے سے ذہن کے لحاظ سے برا ہوتا۔ صفیہ بھابھی اماں کے پیٹھ پیچھے بڑبڑاتی رہتیں، ان کے سامنے مسکراتی "جی اماں جی اماں۔۔۔" کی گردان کرتی رہتیں۔

شفاعت بھیا صفیہ بھابھی سے دور رہتے۔ ان کی کل کائنات صرف اماں تھیں۔ دنیا ادھر سے ادھر ہوجاتی، مگر شفاعت بھیا کا محور گول گول اماں کے گرد پھیرے لیتا رہتا۔ یہاں تک کہ بڑے بھیا کا ٹرانسفر کراچی ہوگیا۔ وہ صفیہ بھابھی کے ساتھ شفٹ ہوگئے اور میرا دل اس گھر میں رہنے کو کرنے کے لیے ہمکنے لگا جہاں صفیہ بھابھی تھیں۔

اور اماں تھیں کہ روز فون کرکے ۔۔۔ وہاں بھی ان کا ناطقہ بند کردیتیں۔ "یہ کھایا کرو۔ وہ پیا کرو۔"

میں چڑ جاتا تھا۔ کاش! میں اماں کو صفیہ بھابھی کی زندگی سے غائب کردیتا مگر پھر شفاعت بھیا کا کیا ہوتا۔ یکدم دھیمی مسکراہٹ والے شفاعت بھیا آنکھوں میں تیر جاتے۔ ان کی تو دنیا ہی لٹ جاتی۔ میں سوچتا رہتا۔

پھر اچانک پتا چلا۔ اماں کراچی چلی گئیں۔ مجھے صفیہ بھابھی پر ترس آنے لگا۔

ایک رات میں سو رہا تھا، جب عاشی باجی نے مجھے سوتے میں سے جھنجوڑ کر اٹھا دیا تھا۔

" راحت۔۔۔ سنو نا۔۔۔ راحت!" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میری آنکھوں میں نیند بھری تھی۔

"کیا ہوگیا ہے عاشی باجی! اتنی رات کو کیوں جگایا ہے؟"

"ایک اچھی خبر ہے۔ اپنی صفیہ بھابھی ہیں نا، ان کے ہاں منا آیا ہے۔"

"منا آیا ہے۔ کہاں سے آگیا؟" عاشی باجی جز بز ہوگئیں مگر پھر سنبھالا لے کر بولیں۔

"ان کے پاپا نے انگلینڈ سے بھیجا ہے۔ بہت پیارا ہے۔ اماں بتا رہی ہیں، بالکل عنایت بھیا پر گیا ہے۔"

میں حیران پریشان رہ گیا۔

"صفیہ بھابھی کے ابا نے انگلینڈ سے بھیجا ہے تو وہ عنایت بھیا جیسا کیسے ہوگیا؟" عاشی باجی نے میرے سر پر دھپ لگائی۔

"ہوگیا ہوگا کسی طرح۔ تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟ اماں بتا رہی تھیں، اتنے گلابی گلابی ہاتھ پیر ہیں اس کے۔ اتنی بڑی بڑی آنکھیں ہیں کہ مانو سمندر۔۔۔"

"وہ منا ہے کہ جغرافیہ۔۔۔" میں بے وقوفی سے ہنسنے لگا۔

مگر دو ماہ بعد جب عنایت بھیا صفیہ بھابھی اور منے کو بھی ساتھ لائے تو میری چیخیں نکل گئیں۔

"منا اتنا پیارا ہوتا ہے۔ مجھے تو لگتا تھا، عاشی باجی بس کہانیاں سنا رہی ہیں۔"

اس دن پہلی بار شفاعت بھیا اور اماں کی آنکھوں

میں، میں نے مسکراہٹ اور خوشی دیکھی۔ شفاعت بھیا بھاگ بھاگ کر صفیہ بھابھی کے کام کررہے تھے تاکہ کچھ دیر وہ منے کو اپنی گود میں لے سکیں۔

"اماں! صفیہ بھابھی کو کہیں نا، یہیں رک جائیں۔ ابھی تو منے سے میرا دل بھی نہیں بھرا۔" کھانا کھاتے شفاعت بھیا نے منت کی۔ عاشی باجی بھی لقمہ لیتے لیتے اماں کو امید سے دیکھنے لگیں اور میرا دل بلیوں اچھلنے لگا کہ صفیہ بھابھی کے ساتھ رہوں گا۔

"کہہ کر دیکھتی ہوں عنایت سے، مگر مجھے امید نہیں ہے کہ وہ مانے گا۔" اماں نے گہری سانس لی۔

"کیوں نہیں مانیں گے؟ آپ کہہ کر تو دیکھیں۔" عائشہ باجی کے لہجے میں شفاعت بھیا سے کہیں زیادہ منت سمٹ آئی تھی۔

پھر شام گئے ملنے ملانے سے فارغ ہو کر وہ آنگن میں پڑے تخت پر آکر بیٹھے ہی تھے کہ باتوں باتوں میں اماں نے یہ بات بھی کردی اور شفاعت بھیا کا نام یوں لیا، جیسے ان کی بات ٹالنا گناہ تھا۔

عنایت بھیا نے وہ بات دوسری باتوں میں گم کردی، مگر جب میں رات کو منے کو لینے کے لیے ان کے کمرے کی طرف گیا تو مجھے باہر ہی سے صفیہ بھابھی کی آواز سنائی دی۔ وہ عنایت بھیا سے تیز لہجے میں بات کر رہی تھیں۔ مجھے ان کے لہجے پر حیرت ہوئی۔

"آپ کے گھر والوں میں ایٹی کیٹس نہیں۔ اٹھنے بیٹھنے کی تمیز ہے، نہ بات کرنے کا سبھاؤ۔ میں اس ٹیپکل ماحول میں اپنے حاتم کی پرورش نہیں کرسکتی۔ کیسے ایک ہی پلیٹ میں جانوروں کی طرح کھاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی اترنیں پہنتے ہیں۔ عنایت! آپ کیوں چاہتے ہیں جیسا بچپن آپ نے گزارا ہے، میرا بیٹا بھی ویسی ہی زندگی گزارے؟ پڑھے لکھے ماں باپ کا ہو کر بھی وہ راحت جیسا، اجمل جیسا بچہ بنے؟"

میرے قدم وہیں رک گئے میں نے خود کو ٹٹول کر دیکھا۔ مگر کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ عنایت بھیا کی منمناہٹ میرے کانوں کو بہت بری لگ رہی تھی۔

صفیہ بھابھی پھر تیز آواز میں مخاطب ہوئیں۔

"شفاعت۔۔۔ شفاعت۔۔۔ آخر ہے کیا شفاعت؟ خود کو اماں کا چمچہ بنا کر سمجھتا ہے ساری کی ساری اماں اسی کی ہیں۔ ان کی ایک ایک مرضی پر صرف اس کا حق ہے۔ پہلے نہیں کہا، مگر اب کہے دیتی ہوں، مجھے اس گھر سے شفاعت کی وجہ سے ہی جانا پڑا تھا۔"

"شفاعت کی وجہ سے کیوں؟" بھیا کا لہجہ حیرت انگیز تھا اور میرا چہرہ ان کی اس حیرت سے دنگ رہ گیا۔

"وہ سمجھتا ہے، وہ اماں کے بعد اس گھر کا والی وارث ہے۔ ابھی سیکنڈ ایر نہیں کیا، مگر کیسے اجمل عائشہ، سلمٰی پر رعب گانٹھتا ہے۔ کبھی اس کی نظر میں آپ کے لیے عزت نہیں دیکھی میں نے۔"

"مگر اس نے کبھی مجھ سے بدتمیزی بھی نہیں کی۔ مانتا ہوں وہ اماں کا چمچہ ہے، مگر ہمیشہ مجھ سے دھیمے لہجے میں بات کرتا ہے۔ میری آواز پر اپنی آواز کو اونچا نہیں ہونے دیتا۔"

"مگر آپ نے دیکھا ہے، وہ اس چال بازی سے اپنے من پسند فیصلے کروا ہی لیتا ہے؟ کوئی بھی اس کے اثر سے نہیں بچ سکتا۔ وہ ایک برگد کا درخت ہے، جس کے نیچے اگنے والے سارے پیڑ پودے جل جاتے ہیں اور مجھے اپنے بیٹے کو الگ طرح سے پالنا ہے۔ مجھے روک ٹوک، اپنی مرضی ٹھونسنے کی عادت نہیں ڈالنی اپنے حاتم میں۔" عنایت بھیا کچھ دیر چپ رہے، مگر پھر کچھ یاد آنے پر بولے۔

"مگر اماں کی جس جس بات پر تم دل گرفتہ ہوتی تھیں، صرف وہ ہی تو تمہاری دل جوئی کرتا تھا۔ تمہیں اپنی مرضی پوری کرنے کے لیے راستہ نکالنا اسی نے سکھایا ہے۔ تمہیں اماں نے ٹیپ ریکارڈر چلانے سے روکا تھا تو وہ ہی تو تمہارے لیے واک مین لایا تھا۔ اماں نے تمہاری پائل کی چھن چھن پر اعتراض کیا تو اسی نے تمہیں سنار سے ایسی پائل لا کردی جو دیکھنے میں تمہاری پائل جیسی تھی، مگر اس میں چھن چھن نہیں ہوتی تھی۔۔۔ اور پھر ایک دفعہ۔۔۔"

"بس کردیں۔ آپ نے تو شفاعت نامہ ہی شروع کردیا۔ اس نے کچھ اچھا کیا ہے تو کیا ضروری ہے، ہر وقت اسے گایا جائے؟ میں اس وقت نئی نئی گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اماں سے ڈر لگتا تھا۔ اس لیے شفاعت سے بنا کر رکھتی تھی تاکہ اماں کا منہ نہ پھول جائے، مگر کسی چیز کو زبردستی قبول کرنے اور مرضی سے قبول کرنے میں فرق ہوتا ہے۔"

عنایت بھیا کچھ نہ بولے میں پلٹا اور بت بن گیا۔ شفاعت بھیا سامنے کھڑے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، مگر مجھے شفاعت بھیا سے کوئی ہمدردی نہیں ہوئی۔

ٹھیک تو کہتی ہیں صفیہ بھابھی۔ ہر کسی کو شفاعت بھیا سے کوئی نہ کوئی شکایت ہے اور وہ شکایت بے معنی بھی نہیں۔ شفاعت بھیا واقعی آسان زندگی کو مشکل بنادیتے ہیں۔

"راحت۔۔۔" وہ دبے قدموں میرے پیچھے چلنے لگے۔ "کیا میں ایسا ہوں۔۔۔"

میں نے پلٹ کر انہیں سر سے لے کر پیر تک دیکھا۔

"اس سے بھی زیادہ ناقابل برداشت۔۔۔ جتنا صفیہ بھابھی نے کہا۔"

شفاعت بھیا نے دیوار سے ٹیک لگالی۔ مجھے لگا، وہ چیخیں گے، چلائیں گے، مگر وہ دھیمے سے بولے۔

"اچھا! پھر ایسا ہی ہوگا۔" کہہ کر وہ مڑ گئے۔

اور بستر پر لیٹنے کے بعد میرے دل کو کچھ ہوا۔

"یہ میں نے شفاعت بھیا سے کیا کہہ دیا۔" میں اٹھ کر بیٹھ گیا مگر یہ شرمندگی نہیں ڈر تھا۔ اماں کے چمچے یعنی شفاعت بھیا نے میری اور صفیہ بھابھی کی شکایت اماں سے لگادی تو میری تو جگہ اس گھر میں بچے گی ہی نہیں۔

ساری رات میں سو نہیں سکا۔

اماں فجر میں ہی میرے سر پر آکر کھڑی ہوگئیں۔

"اٹھ جاؤ نواب زادے! غلطی سے مسلمان گھر میں پیدا ہوگئے ہو۔"

اور شرمندگی کا احساس مجھے اسی انداز میں دلایا جاتا اس لیے مجھے اماں اچھی لگتی تھیں، نہ یہ گھر۔ صفیہ بھابھی کا گھر میرے خیالوں میں چھا گیا تھا۔ باتوں باتوں میں صفیہ بھابھی نے ابا کی چند ایکڑ زمین اور دو باغوں کا حساب کتاب شفاعت بھیا سے پوچھا تو اماں کو پتنگے لگ گئے۔

"صفیہ بی بی! اس کا حساب کتاب میں جانوں یا میرا شفاعت۔ تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی؟ کیا اب بھائیوں، بھائیوں کے بیچ زمین کو لا کر دیوار اٹھادوگی؟"

عنایت بھیا کی منمناہٹ سنائی دی۔ "نہیں نا اماں جی! صفیہ حساب کتاب میں گولڈ میڈلسٹ ہے۔ وہ تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ شفاعت کو اگر کہیں کوئی الجھن ہے تو وہ حل کردے۔"

شفاعت بھیا نے اماں کا ہاتھ پکڑا اور اماں کے چہرے پر غصے کا گراف ایک دم نیچے اترنے لگا، جیسے شفاعت بھیا ٹھنڈے میٹھے پانی کا دریا ہوں۔ جسے ہلکا سا چھو لینا ہی اماں کے غصے کے سمندر کو ٹھنڈا اور پرسکون کردیتا ہو۔

"بھابھی ٹھیک کہتی ہیں اماں! گھر کے معاملات کم از کم تین چار بندوں کو معلوم ہونے چاہئیں۔ عائشہ اور سلمٰی تو دلچسپی نہیں لیتیں۔ اجمل کو آپ نے فوج میں بھیج دیا۔ پیچھے بچے، عنایت، صفیہ بھابھی، میں اور آپ۔ اگر کل کو مجھے کچھ ہوجاتا ہے تو کوئی اور تو ہونا چاہیے نا جو آپ کی مدد کرسکے۔"

"ہاں ہاں! جاؤ۔ تم بھی مرجاؤ۔ میں تو سدا کی گناہ گار ہوں نا! آخری وقت تک قیامت کے بورے سمیٹتی رہوں گی۔" شفاعت بھیا نے اماں کو اپنے چوڑے سینے میں چھپالیا۔

"اماں! سمجھا کریں۔ میں صرف فرض کرنے کو کہہ رہا ہوں۔ میں واقعی تھوڑی مر رہا ہوں۔ آپ بہت جلد ہمت ہار دیتی ہیں۔" اماں وہیں بیٹھ گئیں اور ان کا رونا شروع ہوگیا۔

"کیا کروں۔۔۔ جب سے تمہارے ابا یہ ذمے داریاں میرے سر ڈال گئے ہیں، میرے تو حواس ہی ہونق رہتے ہیں۔ یہ نہ ہوجائے، وہ نہ ہوجائے۔ ہر

وقت دل دھڑکتا ہی رہتا ہے۔"

مجھے اماں پر غصہ آگیا تھا۔ اچھا خاصا میلوڈراما تھیں اماں۔ جہاں موقع نکلتا' نہیں نکلتا' ڈراما شروع ہو جاتا۔ وگرنہ یہی اماں تھیں' ہر وقت ابا سے لڑتی جھگڑتی ہوئی نظر آتی تھیں یہاں تک کہ جب ابا دنیا سے جا رہے تھے' تب بھی انہوں نے سکھ کا سانس نہیں لینے دیا تھا۔ جائیداد کی منتقلی کے بکھیڑے لے کر بیٹھ گئی تھیں۔ مجھے تو ابا کے زندہ رہنے سے ان کے مرنے پر ترس آیا تھا۔ میں نے پھر برا سا منہ بنا کر اماں کو دیکھا اور اسی وقت اماں کے "ونڈر بوائے" سارے کھاتے اٹھا لائے۔

صفیہ بھابھی جیسے جیسے کھاتے دیکھتی جاتیں' حساب کتاب سخت ہوتا جا رہا تھا۔ شفاعت بھائی مانو کٹہرے میں لا کر کھڑے کر دیے گئے تھے۔

"یہ ساری زمین کس کے نام ہے؟" صفیہ بھابھی نے سوال کیا اور اماں کی آنکھیں ماتھے پر آگئیں۔

"تمہیں اس زمین کے حساب کتاب سے بھی مطلب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ شفو نے کہا تو میں نے تمہیں دکھا دیا' مگر زمین کس کے نام ہے' کس کے نہیں' اس سے تمہیں کیا سروکار۔"

عنایت بھیا جز بز ہونے لگے۔ گھبراہٹ واضح تھی۔ صفیہ بھابھی نے واقعی ایک غلط بات کر ڈالی تھی' مگر صفیہ بھابھی ڈری تھیں' نہ گھبرائی تھیں۔

"پرانے زمانے میں ہوتا ہوگا یہ سب کہ ساری ذمہ داری ایک کے سر ڈال کر سکون سے ہو گئے۔ سب پڑھ لکھ رہے ہیں تو کس کے لیے؟ اماں سب کی زمینیں ان کے نام رجسٹر کروائیں اور خود کو اس گورکھ دھندے سے نکالیں۔ جس کی زمین ہے' وہ خود سنبھالے نا! آپ کہاں اپنے بڑھاپے کو بے آرام کیے پھرتی ہیں؟"

"ہاں ہاں اماں۔۔۔" عنایت بھیا نے سنبھالا لیا اور اماں نے ماضی کی طرح جوتی عنایت بھیا کے کھینچ ماری۔

"جورو کے غلام! تیری اپنی سمجھ بوجھ بھی کام کرتی ہے کہ نہیں؟"

عنایت بھیا کا چہرہ سرخ ہو گیا اور میرا چہرہ ان کی اور بھابھی کی بے عزتی کرنے پر تن گیا۔ بھابھی غصے میں اٹھ کر چلی گئیں اور عنایت بھیا اماں کے ہاتھ پکڑے بیٹھے تھے۔

"آپ غلط نہ سمجھیں۔ مجھے زمین جائیداد سے کوئی سروکار نہیں اماں! آپ جانتی ہیں۔"

اماں نے چشمے کی اوٹ سے عنایت بھیا کو پرکھا۔ سچ جھوٹ کی کسوٹی لگائی اور غصے سے بولیں۔

"پھر تیری بیوی کہاں سے سیکھ کر آئی ہے یہ سب؟ اسے مال و دولت سے سروکار تیرے سروکار سے زیادہ لگتا ہے۔ بڑی لوبھی ہے بھئی تیری بیوی۔" عنایت بھیا کچھ کہے بغیر اٹھ گئے۔ پھر دوسرے دن میں حاتم کے ساتھ کھیل رہا تھا' جب چھت پر بیٹھے بیٹھے صفیہ بھابھی عنایت بھیا پر پھٹ پڑیں۔

"اسی لیے نہیں آتی میں یہاں۔ آپ کے گھر والوں کو آپ سے مطلب ہے' نہ آپ کی اولاد سے۔ نہ آپ کے آنے کی خوشی ہے۔ سارے کے سارے کم بخت لالچی ہیں۔"

"ہاہا آں۔۔۔ یہ کیسی زبان بول رہی ہیں آپ؟ یہ آپ کو زیب نہیں دیتا۔" صوفیہ بھابھی کی بڑی بڑی آنکھوں میں لال ڈورا سا دکھ آنسو بن کر تیر گیا۔

"مجھے بھی پتا نہیں تھا' میں کبھی ایسی زبان بولوں گی۔ میں کانونٹ کی پڑھی اسٹوڈنٹ کو آپ نے کہاں ان جاہلوں میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ یہ اماں ویسے ہر وقت اولاد کے دکھ سے تڑپتی نظر آتی ہیں' مگر اندر سے ان کی لالچ کا پیالا ہی نہیں بھرتا۔ انی خالہ بتاتی ہیں' مرتے مرتے بھی ابا کی جان نہیں چھوڑی تھی۔ جب تک انہوں نے ساری جائیداد ان کے نام نہیں کر دی تھی۔"

عنایت بھیا نے خفگی سے گھورا تھا۔

"انی خالہ کا ذکر مت کرو۔ وہ تھیں تو اماں کی چچازاد' مگر ہمیشہ انہیں اماں کے رہن سہن' اچھے حالات سے چڑ ہی ہوتی رہی۔ وہ اماں کو اور ابا کو بھی اک ساتھ

ہنستے بولتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اگر اماں ذہانت سے کام نہ لیتیں تو کب کا وہ ابا سے عقد ثانی کر چکی ہوتیں۔ بیوگی کو بھی ہمیشہ انہوں نے نمائشی دکھ کی طرح چہرے پر سجا کر رکھا۔ ہمیشہ اس دکھ کا کھایا ہے انہوں نے۔۔۔ دنوں اسی گھر میں ڈیرا ڈالے رکھتی تھیں اپنے بچوں کے ساتھ۔ ان کے بچے بھی ان کی طرح آنکھ سے سرمہ چرا لینے والوں میں سے تھے' مگر اماں نے ہر گم ہونے والی چیز پر صبر کیا اور یہی کہا' شوہر کی ہمراہی کی یہ بہت کم قیمت ہے۔ تمہیں پتا ہے' انی خالہ چیزیں چرا کر ان کے سامنے ہی استعمال کرتی تھیں' مگر اماں نے کبھی زبان پر اف تک نہ کیا' کبھی میں یا شفاعت کہہ بھی دیتے کہ یہ چوڑیاں آپ جیسی ہیں' جو گم ہوئی ہیں' یہ کان کی بالی یہ ہنسلی تو بالکل اسی کٹاؤ کی ہے' جو ابا نے آپ کے لیے خاص طور پر بنوائی تھی تو اماں مکر جاتی تھیں کہ "نہیں! یہ انی خالہ کی ہیں۔ تمہارے ابا نے ان کے زیور کو دیکھ کر ہی میرے لیے ——— بنوائی تھی۔" انی خالہ مسکراتی رہتیں اور اماں۔۔۔" عنایت بھیا مڑے۔

صوفیہ بھابھی واک مین کان میں لگائے جھوم رہی تھیں۔ عنایت بھیا کو پہلی بار میں نے غصے میں دیکھا انہوں نے واک مین ان کے کان سے نکال کر انہیں گھورا۔

"تمہیں لگتا ہے' میں اب تک جھک مار رہا ہوں۔ بکواس کرتا رہا ہوں؟"

"پتا نہیں' مگر مجھے یہ پتا ہے کہ مجھے آپ کے "اماں نامے" میں کوئی دلچسپی نہیں۔" صوفیہ بھابھی نے کندھے اچکا دیے۔

پھر جس شام انہیں کراچی کے لیے نکلنا تھا' وہ ٹیلی فون پر بیٹھی ہوئی کسی سے کہہ رہی تھیں۔

"بس! کیا بتاؤں مما! اس گھر میں سارے سنکی اور خبطی لوگوں کا جمعہ بازار لگا ہوا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا' کانونٹ میں پڑھنے والے' سول سروس میں ایٹی پرسنٹ آئی کیو لیول ٹیچ جیتنے والے عنایت ایسے گھر میں رہتے ہیں۔ سب کچھ بس سمجھیے شفاعت کے انڈر ہے۔ کل اماں کی آنکھ بند ہوئی تو شفاعت نے تو سب کو ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دینا ہے۔۔۔ نہیں مما! مجھے یہ کنزرویٹو اور لو مینٹیلٹی پرسنز کے ساتھ نہیں رہنا۔ میں واپس آ رہی ہوں شام میں۔ حاتم بھی اوب گیا ہے یہاں کے ماحول سے۔ سب نے بچے کو چوما چاٹی کر کے اسپائلٹ کر کے رکھ دیا ہے۔"

پھر پتا نہیں وہ جا رہے تھے' جب اچانک میں نے ضد شروع کر دی' مجھے عنایت بھائی کے ساتھ جانا ہے۔ عائشہ باجی حیران پریشان تھیں۔

"وہاں اماں نہیں ہوں گی۔" شفاعت بھیا نے ڈرایا۔ میں اور شیر ہو گیا۔

"میں رہ لوں گا اکیلا۔ مجھے کراچی میں پڑھنا ہے۔" عنایت بھیا نے اماں کی طرف دیکھا۔

"جاتا ہے تو لے جاؤ۔ مجھے تو اس سے پہلے بھی کوئی اچھی امید نہ تھی۔" اماں کی سخت رائے میرا منہ چڑا رہی تھی۔

صوفیہ بھابھی کمرے میں جا کر چیزیں اٹھا پٹخ کرنے لگیں۔

"اب یہ نئی کیا سوجھی؟ ایک نئی ذمہ داری۔۔۔ میں کہے دیتی ہوں' میں حاتم کے حق پر ڈاکا نہیں ڈالنے دوں گی۔ آپ کی ذمہ داری' آپ کی توجہ صرف حاتم کے کے لیے ہونی چاہیے۔"

"تم بے فکر رہو۔ میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

میں چھوٹا سا بیگ تھامے' جو عائشہ باجی نے تیار کر کے دیا تھا' وہیں سے واپس پلٹ آیا۔

"مجھے نہیں جانا' عنایت بھیا کے ساتھ۔۔۔"

"اے لڑکے! تمہاری کوئی ایک زبان ہے کہ نہیں؟" اماں نے گھورا اور میں بے دھڑک ان پر چلا پڑا۔

"آپ کو رکھنا ہے واپس گھر میں یا ضد کرنے کے جرم میں ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکالیں گی؟"

"ماں سے بات کرنے کی تمیز نہیں تمہیں؟" اماں نے میرے قد کا خیال کیے بغیر مجھ پر تھپڑ برسانا شروع

کردیے۔ شفاعت بھیا بیچ میں آگئے۔

"اماں! چھوٹا ہے، ناسمجھ ہے، اتنا نہیں مارتے۔"

اماں کے مشینی انداز میں چلتے ہاتھ یکدم رک گئے۔ جیسے اماں کا ریموٹ کنٹرول بس شفاعت بھیا کے پاس تھا۔ اس کے علاوہ پوری دنیا جو کہتی ہے، بکواس کرتی ہے، جو کام کرتی ہے بھاڑ جھونکتی ہے۔

مجھے عنایت بھیا سے کم شفاعت بھیا سے خدا واسطے کا بیر اور نفرت محسوس ہونے لگی۔ اس دن مجھے لگا تھا صفیہ بھابھی کہیں غلط تھیں تو بہت سی جگہوں میں ٹھیک بھی تھیں۔ شفاعت بھیا اماں کے راج دلارے تھے۔ ان کی غلطی بھی اماں کو حد سے بڑھا ہوا ایثار نظر آتی تھی اور ہمارا ایثار بھی اماں کو شک میں لپٹا ہوا غرض سے پُر دکھائی دیتا۔

"مجھے اماں سے نفرت ہے۔ مجھے شفاعت بھیا سے نفرت ہے۔" میرے دل نے کہا اور میرے دماغ نے یہ بات من و عن تسلیم کرلی۔ میرا وقت اب گھر سے باہر گزرنے لگا۔

☆ ☆ ☆

اس دن میں جیسے ہی گھر میں آیا ـــــ شفاعت بھیا کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔

"عائشہ.... ادھر آئیں۔ آپ کو پتا بھی ہے امی کا بلڈ پریشر ہائی رہتا ہے، پھر بھی انہیں مشین لگانے دی؟"

عائشہ باجی کی جگہ سلمٰی آپا دوڑی آئیں۔ شفاعت بھیا اماں کو بیڈ پر لٹا رہے تھے۔

"ہونہہ! ہم سب چارپائی پر۔ اماں کے لیے وال ٹو وال کارپٹ اور یہ آرام دہ بیڈ۔" مجھے ایک پرانے غم نے نئی طرح سے چٹکی کاٹی۔

شفاعت بھیا ٹیلی فون کرکے ڈاکٹر انکل کو بلا رہے تھے۔ وہ بی پی آپریٹس سے بی پی چیک کرچکے تو دوا دینے کے لیے آمادہ کرنے لگے، مگر اماں بلا کی ضدی۔ میں نے گردن موڑ کر حالات دیکھے اور پھر سے کارٹون دیکھنے لگا۔ میں بڑا تھا، مگر بچہ بن گیا تھا۔ شاید میں اس منظر سے جان کر بھاگنا چاہ رہا تھا۔ خاص طرح کی بے حسی طاری ہوگئی تھی مجھ پر۔ مجھے اماں سے لگاؤ ہی نہیں رہا تھا۔

"تم بے حس ہوگئے ہو یا بن رہے ہو؟" شفاعت بھیا نے ٹی وی بند کردیا اور میں نے گھور کے انہیں دیکھا۔

"کیا کوئی اس گھر میں اپنی مرضی سے کام کرسکتا ہے؟" میں نے ٹی وی پھر کھول لیا۔

"راحت! اماں کی طبیعت خراب ہے۔ ڈاکٹر انکل کہہ رہے ہیں انہیں پُرسکون ماحول چاہیے۔" میں نے ٹی وی بند کردیا۔

"پُرسکون ماحول ان کو ہی ملتا ہے، جو پُرسکون ماحول کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اماں جیسے لوگ نہیں۔ ہر وقت کِل کِل۔ زندگی اجیرن کررکھی ہے۔"

"راحت..." زندگی میں پہلی بار شفاعت بھیا نے میرا بازو پوری قوت سے بھینچا تھا۔ ان کی آواز تیز نہیں تھی، مگر لہجہ ضرور تیز تھا۔ ایک لحہ کے گھورنے سے میرے دل کی ساری دنیا تلپٹ ہوکر رہ گئی تھی۔ شفاعت بھیا کو میں نے کب اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

"اگر اجمل بھیا ہوتے نا تو دو تین ہاتھ جڑ دیتے پوری بتیسی باہر نکلی ہوتی۔ چھوٹے بڑے سے بات کرنے کی تمیز نہیں رہی تمہیں۔" سلمٰی آپا نے خفگی بھری محبت سے میرے بالوں کو چھوا اور میں نے ان کے ہاتھ جھٹک دیے۔

"شفو بھیا اماں کے چمچے اور آپ سب شفو بھیا کی چمچیاں... مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔"

میں گھوم کر گھر کے پچھلے حصے میں نکل گیا، جہاں تخت پڑا ہوا تھا۔ ساری سردیاں اوک میں دھوپ بھر کر صرف اسی حصے کو بھگونے آیا کرتی تھی، مگر ابھی سردی نہیں تھی۔ میں نیم کے درخت کے نیچے بچھے تخت پر بیٹھ گیا۔ نیم کے درخت سے اماں کے کمرے کی پوری کھڑکی باتیں کرتی تھی۔ چاند کھڑکی پر ہو تا تو زور زور سے دستک دے کر کھڑکی سے بات کرتا۔ مگر اماں جیسے سرد مزاج، حس لطیف سے خالی لوگوں کے لیے چاند کو تکنا ہی بھلا لگتا تھا۔ شفاعت بھیا صاف نظر آرہے تھے۔ انہوں نے اماں کا ہاتھ یوں پکڑا ہوا تھا جیسے ڈاکٹر کا انجکشن اماں کو نہیں، شفو بھیا کو لگنے لگا تھا۔

"ہونہہ! ڈرامے باز... نوٹنکی..." میں باہر بیٹھ بیٹھ کر اپنی زبان علیحدہ سب بھول گیا۔ میں نے اپنے گلی کے یار عبدل کی طرح زمین پر تھوکا بھی تھا۔ عموماً" وہ ایسا اس شخص کو دیکھ کر کرتا تھا جس سے وہ نفرت کرتا تھا اور مجھے شفاعت عرف شفو بھیا سے شدید نفرت تھی۔

میں دیکھے جارہا تھا۔ اماں نے آنکھیں بھینچ لی تھیں۔ میں دبے قدموں چلتا اماں کی کھڑکی کے نیچے بیٹھ گیا۔

"اماں! سن لیں ڈاکٹر انکل کیا کہہ رہے ہیں۔ کل جانا ہے آپ کو میرے ساتھ ٹیسٹ کروانے۔ خون بھی ٹیسٹ ہوگا اور ای سی جی بھی کرواکے دل کی ٹی بھی نکلوانی پڑے گی۔ آج آپ کا بی پی بہت ہائی تھا کچھ بھی ہوسکتا تھا آج۔" پھر اماں کی نوٹنکی آواز میرے کانوں میں چبھنے لگی۔

"مجھے عنایت کا دکھ ہوتا ہے۔ کیسا ہیرے جیسا لڑکا صفیہ جیسی چڑیل کے سر منڈھ دیا میں نے۔ بس سوچا تھا، پڑھی لکھی لڑکی ہے، گھر کو سنبھال لے گی، مگر اس نے تو پورے گھر کو ہی تتر بتر کرچھوڑا ہے۔ اجمل اتنی دور ہے مجھ سے اور یہ چھوٹا تو مانو ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے۔ کسی کی نہیں سنتا۔ کسی کو کچھ نہیں مانتا۔"

"کچھ نہیں ہوا ہے اے اماں! بچہ ہے۔ اس عمر میں بچے ایسے ہی ضدی خودسر ہوجاتے ہیں۔ اجمل بھی تو ایسا ہی تھا۔ سلمٰی باجی بھی کتنا تنگ کرتی تھیں، مگر آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہوگیا نا! وہ بھی ٹھیک ہوجائے گا۔ بس تھوڑا الگ ہے، مگر بہن بھائیوں میں اتنا فرق تو چلتا ہی ہے، ورنہ ایک جیسے مزاج سے دل اوب نہ جائے۔ اجمل غصیلا ہے، عنایت بھیا شیریں ہیں، میں تھوڑا نمکین اور زہریلا ہوں۔ اسی طرح وہ تھوڑا تیکھا ہے، مگر جب وہ اپنی ذمہ داری سمجھے گا تو خود سیدھا چلنے لگے گا، روک ٹوک لگائیں گی تو اڑیل گھوڑے کی طرح بدکے گا، لات مارے گا، رسی تڑانے کی کوشش کرے گا۔ اس کو اس کے مزاج سے سنبھالنا پڑے گا۔"

میں چڑ کر پھر نیم کے درخت کے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ پھر ایک ہلکی سی کنکری لگی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا اوپر کی منزل کی کھڑکی پر سلمٰی آپا کھڑی مسکرا رہی تھیں۔

"کیا غضب کرتے ہو راحت! ایک تو کریلا... وہ بھی نیم چڑھا۔ اماں تو باؤلی ہوجائیں گی تمہیں سدھارنے میں۔"

"ہاں! آئی بڑی ثریا بھوپالی۔" میں نے کانوں پر ہاتھ لے جاکر انہیں چڑایا اور وہ دو منٹ میں نیچے تھیں۔

"کیا کہا، کون ثریا بھوپالی؟"

مجھے ان کا گانا پسند نہیں تھا۔ ایک بار چھپ کر دوستوں کے ساتھ اداکارہ رانی کی فلم دیکھی تھی، تب سے جہاں سلمٰی آپا کی پٹڑی بدلنے لگتی تھیں، انہیں "ثریا بھوپالی" کہہ کر چڑایا کرتا۔ میں چڑائے جارہا تھا، وہ چیخے جارہی تھیں، جب شفاعت بھیا کی آمد ہوئی۔

"کچھ خیال ہے اماں کی طبیعت کتنی خراب ہے۔ تم دونوں ان کی کھڑکی کے قریب ہوکر اتنا شور..."

"کھڑکی بند کردیں۔ ہم کسی کے لیے خود کو باؤنڈ نہیں کرسکتے۔"

"کسی کے لیے... وہ اماں ہیں تمہاری۔" شفاعت بھیا صدمے میں تھے کہ سکتے میں، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ مجھے بس غصہ تھا تو سلمٰی آپا پر کہ وہ شفاعت بھیا سے اپنی غلطی کی معافی مانگ رہی تھیں۔ پھر وہ ڈرائنگ روم میں تھیں، جب میں نے ان کے لتے لیے تھے۔ ڈرپوک، بلیک شیپ اور پتا نہیں کیا کیا کہا اور وہ سر جھکا کر بس اتنا بولیں۔

"شفاعت بھیا صحیح کہہ رہے تھے۔ غلطی ہماری تھی۔ ہماری ایک ہی تو اماں ہیں۔ اگر ہم ان کا خیال نہیں رکھیں گے تو کون رکھے گا۔"

"آپ کی ہوں گی... میری نہیں۔" عائشہ باجی نے میرا کان پکڑ لیا اور یہ افتاد بالکل غیر متوقع تھی۔

"تمہاری اماں نہیں ہیں تو کیا ہم تمہیں کسی گھوری سے اٹھا کر لائے تھے؟ اماں بے اولاد تھیں کیا؟ بولو۔۔۔ خاک تم پر اپنی انرجی ویسٹ کی انہوں نے۔ کسی گھوری پر ہوتے ـــــ تو قدر ہوتی' نام کیا ہوتا ہے' شناخت کیا ہوتی ہے' باپ کیا ہوتا ہے اور ماں کی نرم گود کیا ہوتی ہے۔ بن مانگے سب کچھ مل رہا ہے تو تیور ہی بگڑتے جا رہے ہیں صاحب بہادر کے۔"

مجھے انتہائی بے عزتی محسوس ہوئی تھی۔ میں پہلی بار رویا تھا۔ اور جب میری ہچکیاں بندھ گئی تھیں تب کسی کے چوڑے سینے اور مضبوط بازوؤں کے حصار نے مجھے بھینچ لیا تھا۔

"وہ پاگل ہے اماں کی بیماری کی وجہ سے بوکھلا گئی ہے۔ میں نے اسے خوب ڈانٹا ہے کہ اماں کے چھوٹو سے پھر کبھی ایسے بات نہ کرنا۔ وہ اماں کی ہی نہیں میری بھی جان ہے۔" میں جو ہچکیوں سے رو رو کے نڈھال تھا' اپنی سدھ بدھ کھو چکا تھا' اس آواز پر کرنٹ لگنے کی رفتار سے چونکا تھا۔ شفاعت بھیا کا سینہ' ان کا دلاسا۔۔۔

آئی ہیٹ یو شفو بھیا۔" میں نے یکدم چھلانگ لگا کر ان کی طرف سے منہ موڑ لیا اور انہوں نے پلٹ کر اس بے عزتی کی وجہ تک جاننے کی کوشش نہیں کی۔

☼ ☼ ☼

پھر دوسرا دن تھا جب شفاعت بھیا عائشہ باجی کو ساتھ لے کر اماں کے چیک اپ کو چلے گئے تھے۔ پھر ایک ہفتے بعد وہ اسی تخت پر ہراساں بیٹھے تھے۔ میں نے اوپر کی منزل سے دیکھا' مگر ان کا دھیان کسی کی طرف نہیں تھا۔ میں خاموشی سے کچن میں کام کرتی عائشہ باجی کے پیچھے کھڑا ہو گیا ان کے انداز میں بھی بے دھیانی بڑھی ہوئی تھی۔ فکر چہرے پر یہاں سے وہاں تیر رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔" اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتا سلمیٰ آپا نے سوال داغ دیا اور میں کولر سے پانی لے کر وہیں بیٹھ گیا کہ وہ کیا کہیں گی۔

"انجیو گرافی بتاتی ہے ان کے لیے ہر طرح کا صدمہ جان لیوا ثابت ہوگا۔ اس کے لیے پہلے سے بہت سے لوگ لسٹ پر ہیں' مگر انکل کی جان پہچان کی وجہ سے اماں کی انجیو گرافی اگلے ماہ کی اٹھارہ کو طے پا گئی ہے۔"

"اگلے مہینے کی اٹھارہ تاریخ؟"

اکتوبر کی اٹھارہ تاریخ۔۔۔ میرے دل کو کچھ ہوا۔ اسی دن تو ابا نے اسپتال میں محنت کرتے ڈاکٹروں کو ناکام و نامراد قرار دے دیا تھا۔

اگر ابا کی طرح اماں بھی چلی گئیں تو۔۔۔

میرا بدن تپتے سورج کی شعاعوں سا جلنے لگا تھا۔ مجھے لگا تھا مجھ پر جو سائبان تھا' اس کے چاروں کھونٹے زمین سے ایک ایک انچ اوپر آ گئے ہوں اور گزرنے والے ہر دن میں اس سائبان کی میخیں باہر نکلنے کو زور مار رہی تھیں۔

میں اس دن کے بعد سے آج پہلی بار اماں کے کمرے میں گیا تھا۔ اماں نیند کی دوا کے اثر سے سو رہی تھیں اور سامنے کرسی پر شفاعت بھیا بیٹھے تھے۔ میری جان جل کر رہ گئی۔

لگتا ہے' اماں کو صرف انہوں نے اپنے نام الاٹ کروا لیا ہے۔ صبح سے لے کر شام تک اماں کے قریب رہتے ہیں۔ کسی اور کے لیے ـــــ کوئی درز رہنے ہی نہیں دیتے۔

"آ جاؤ راحت! اماں ابھی تمہارا ہی ذکر کر رہی تھیں سونے سے پہلے۔" وہ ہمہ وقت مسکراہٹ سے لیپے پوتے چہرے کے ساتھ میرے سامنے تھے اور میں طنز سے مسکرا دیا۔

"اچھا۔۔۔ ان کو اپنی کسی اور اولاد کی یاد بھی آتی ہے۔ میں حیران ہوا تن کر۔"

"یہ کیا عجیب بات کی تم نے؟ وہ ہم سب کی اماں ہیں۔ ہم سب میں ان کی جان ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے دل سے کوئی بچہ محو ہو جائے یا وہ کسی کو بھول جائیں۔"

"ہو سکتا ہے نا! اگر اماں کے پاس آپ جیسا ہیرے جیسا بیٹا موجود ہو۔۔۔ پھر کہاں یاد آؤں گا میں نافرمان

عنایت بھیا یا اجمل بھیا' جو اتنی دور بیٹھے ہیں کہ مجھے تو اب ان کی شکل تک بھول گئی ہے۔" شفاعت بھیا پر جیسے کوئی اثر ہی نہیں ہوا' اسی محبت سے بولے۔

"یہی تو فرق ہے اولاد میں اور ماں میں۔۔۔ سات سمندر دور بھی چلے جاؤ' ماں تب بھی ہمارے خدوخال کی ایک ایک لکیر کو اسی سرعت سے دوہرا سکتی ہے' جیسے اس نے پہلی بار جنم دینے کے بعد ہمارے چہرے کی ایک ایک لکیر کو چھو کر یاد کیا تھا۔"

"ہاں! مگر وہ مائیں دوسری ہوتی ہوں گی۔ ہماری اماں کو تو بس دولت سے غرض ہے۔ اپنی راج دھانی پر سالوں سال حکمرانی کے خواب کے علاوہ ان کی آنکھوں میں اور کسی چیز کا عکس نہیں۔۔۔ نہ میرا نہ آپ کا اور نہ کسی اور کا۔" میں باہر آ گیا۔ شفاعت بھیا کی آنکھیں بجھ گئیں۔

اور تھوڑی دیر بعد میں باہر پڑے جھولے میں بیٹھا کلس رہا تھا۔

"آخر ہماری اماں کو دولت کی اتنی طمع کیوں ہے۔ نہ کبھی گھر پر لگایا' نہ ہم پر۔ بس بینک بھرے جا رہی ہیں۔ صفیہ بھابھی جب یہاں تھیں تو زمینوں کے آنے والے پیسوں سے انہوں نے گھر میں بدلاؤ لانے کی کوشش کی تھی' مگر اماں نے آنکھیں ماتھے پر رکھ کر صاف کہہ دیا۔

"بی بی! یہ اللّے تللّے مجھ سے برداشت نہیں ہوں گے۔ میرے سر پر میرے سائیں کا سایہ نہیں۔ اس رقم سے مجھے گھر چلانا ہے' گھر۔ مگر تم کیا سمجھو گی بچانا لگانا' یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔"

اس دن اماں نے عنایت بھیا سے چیک بک چھین کر شفاعت بھیا کو دے دی تھی۔ نئے دستخط' نیا انسان' مگر میرے دل کا وہی پرانا دکھ اور پرانا داغ۔ آخر ایسا کیا ہے ان شفاعت بھیا میں۔ میں چڑ کر باہر آ گیا اور ایسے میں' میں ہمیشہ عبدل کے پاس جایا کرتا تھا۔

آج عبدل کسی نئے رنگ ڈھنگ میں تھا۔ مجھے دیکھ کر کترانے لگا تھا مجھے اچنبھا ہوا۔ ہم نے سگریٹ کا دھواں ایک ساتھ اڑایا تھا۔ اور بھی کچھ غلط کام ایک ساتھ کیے تھے' مگر اب یہ ایسا کیا کام تھا' جس کی وجہ سے وہ مجھ سے کنی کترا رہا تھا۔

میں نے جتایا نہیں' مگر رضی سے اگلے دن ذکر کر دیا۔ رضی نے ناک پر انگلی رکھ کر خباثت سے مجھے دیکھا۔ میں پھر بھی نہیں سمجھا تو سر پر دھپ لگا کر بولا۔

"لڑکی کا چکر ہے۔ عبدل کسی سے پیار کرتا ہے۔"

"پیار یہ۔۔۔ عبدل کی ہونے والی بیوی۔" میں نے پیار کی صحیح تعریف بیان کرنے کی کوشش کی۔ وہ ہنسنا شروع ہو گیا تو رکا نہیں۔ عبدل نے آ کر وجہ جاننے کی کوشش کی اور دونوں میں ہاتھا پائی ہو گئی۔

"چل یہاں سے۔۔۔ یہ تیرے سمجھنے کی باتیں نہیں ہیں۔ شفو بھائی نے اگر دیکھ لیا نا' اس چکر بازی میں تو تیرے ساتھ ساتھ میرا بھی جنازہ اٹھ جائے گا۔"

اور میرے دماغ کو ڈنک لگا تھا۔ شفو بھائی گھر سے نکل کر باہر بھی میرے کندھوں پر بیٹھے ہوئے تھے میری جان راکھ ہو گئی اور تب میں نے سوچا جس کام سے ان کی جان جلے میں وہ کام ضرور کروں گا۔

☼ ☼ ☼

میں نے رضی کے ذریعے ایک دو لڑکیوں سے علیک سلیک کر لی۔ میں ان پر بے دھڑک پاکٹ منی لٹا رہا تھا جب میرے سیکنڈ ایئر کا رزلٹ آیا۔ شفاعت بھیا تو کیا پوچھتے' اجمل بھیا چھٹی پر گھر آئے ہوئے تھے۔ وہ ہی مجھ پر چڑھ دوڑے تھے۔

"یہ رزلٹ ہے۔۔۔؟" اخبار انہوں نے خالص فوجی آفیسر کی طرح میرے منہ پر کھینچ مارا۔ میرا دل تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"کہاں آوارہ گردی کرتے پھرتے ہو؟ کن چکروں میں پڑتے ہو؟ پندرہ دن ہوں میں یہاں۔۔۔ ساری انویسٹی گیشن کر کے چھوڑوں گا۔"

میرا خوف سے دم نکلنے لگا۔ عبدل میرے ان چکروں کی وجہ سے ناراض ہو گیا تھا اور رضی ایک نمبر کا لنڈا تھا۔ اسے جو پیسہ دیتا' وہ اسی کی زبان بولنے لگتا۔ میرے والٹ میں پیسے کم تھے۔ شمو کی سالگرہ بھی

قریب تھی۔ میں جو کھم میں پڑ گیا۔ شمو کو تحفہ دوں یا بے غیرت رضی کا منہ بند کرنے کی قیمت۔ اور بس میرے تابوت میں آخری کیل میری سوچوں کے برخلاف ٹھونک دی گئی۔ اجمل بھیا کے سامنے بیٹھی عدالت میں عبدل شفاعت بھیا کے سامنے بول پڑا۔

"ہم کمی کمین ہیں سرکار! مگر آپ کی عزت، نجابت اور شرافت کی بات اور ہے۔ ہم کچھ کریں گے تو لوگ چونکیں گے نہیں۔ ہمارے باپ دادا نے بھی یہ ہی رذیل پن کیا ہے، مگر راحت جب سے اس رضی کی دوستی میں پڑا ہے، کوئی اچھا کام نہیں سیکھا اس نے۔"

شفاعت بھیا سنے جا رہے تھے اور میں سر پیٹ رہا تھا کہ دنیا گول ہے سنا تھا، مگر یہ گول گول گھوم کر شفاعت بھیا کے پاس کیوں لوٹ آتی تھی۔ پھر میں گھر آ کر اپنی آوارگی کے نشانات مٹا بھی نہیں سکا تھا کہ شفاعت بھیا نے چھاپہ مارا۔

حرام مشروب کی دو خالی بوتلیں۔ سگریٹ کے پیکٹ، شمو کے خوش بو میں بسے خط۔

بھیا نے سب کچھ ایک کالے شاپر میں ڈالا اور باہر آ گئے۔ انہوں نے ایک لفظ نہیں کہا اور اجمل بھیا ان کے چہرے سے کیا کچھ سمجھے۔ کمرا بند کر کے عدالت لگا کر بیٹھ گئے۔ "شفو بھیا کو غصہ کسی چھوٹی بات پر تو نہیں آ سکتا۔ میں جانتا ہوں وہ بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہیں اور اماں کی تربیت کی وجہ سے بہت نرم مزاج۔" میں نے احتجاجاً" نظریں اٹھا کر دیکھا اور اجمل بھیا سمجھ گئے۔

"تمہیں پتا نہیں، خدا واسطے کا بیر کیوں ہے میری اماں اور میرے شفو بھیا سے۔"

"بس! وہ دونوں ہیں ہی اسی قابل کہ میں ان کی اپنی زندگی میں انٹری بند کر دوں۔" اجمل بھیا غصے کے تیز اور کچھ کچھ ہاتھ چھٹ تھے، سو میرے منہ پر طمانچہ بہت زور سے پڑا تھا۔

"بہت احسان فراموش ہو۔ شفو بھیا نہ ہوتے ناں تو یہ عیش، آرام، یہ لگژری نہ ہوتیں۔ اماں اگر ابا کا پیسہ جوڑ جوڑ کر نہ رکھتیں تو دیکھتا، عنایت بھیا کیسے اعلا تعلیم حاصل کرتے، کیسے عائشہ میڈیکل جوائن کرتی، سلمٰی وکالت میں جاتی۔ اور تم اتنے ناہنجار ہو کہ ان دونوں ہستیوں کا احسان ماننے کے بجائے ان سے اتنی نفرت کرتے ہو۔"

میں کہنے کو تو ایک بار پھر جلتا بلتا مضمون پڑھ سکتا تھا ان دونوں کی شان میں، مگر فوجی ہاتھ سہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیے چپ رہا۔ شفاعت بھیا نے دروازے پر دستک دی تھی۔ اجمل بھیا یکدم گھبرا گئے۔

"اگر شفو بھائی کو پتا چلا ناں، میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے تو سمجھ لینا، کمبل ڈال دوں گا تم پر۔"

میں سر جھکا کر بیٹھ گیا، کیونکہ جانتا تھا، فوجی آمروں کے دور میں "کمبل ڈالنے" کا مطلب تھا صفحہ ہستی سے کلیتاً" یا عارضی طور پر کہیں غائب کر دو اور میں ابھی زمین میں دفن ہونے کا موڈ نہیں رکھتا تھا۔

شفاعت بھیا کمرے میں آئے اور بہت تیز نظری سے میرے چہرے کو دیکھا۔

"اجمل نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے؟" میں جز بز ہو گیا۔

"نہیں تو شفو بھیا! وہ شاید الرجی کی وجہ سے لالی آ گئی ہے کل سے۔ بہت خارش ہو رہی تھی۔"

شفاعت بھیا نے تولنے والی نظروں سے دیکھا، پھر دھیمے لہجے میں بولے۔

"تم واقعی شمو سے محبت کرتے ہو؟" یہ سوال تو شاید میں نے کبھی اپنے آپ سے بھی نہیں کیا تھا۔ شمو کو نظروں میں لے کر پہلی بار خود سے پوچھا۔

"ہاں بھائی راحت! کیا واقعی شمو پر جان چھڑکتے ہو؟" جواب ندارد۔

میں تو بس یار دوستوں میں کالر اکڑا کر، بڑائی مارنے کے لیے شمو کی جان کا دق بن گیا تھا، مگر مجھے خبر نہیں ہوئی کہ شمو میری جان کو آ جائے گی۔ بات اس طرح اور اس قدر پھیلے گی، مجھے اندازہ ہوتا تو کبھی شفو بھیا کی ضد میں اس میدان کارزار میں نہیں کودتا۔

"رضی تمہارا مخلص دوست نہیں۔ جاننا چاہتے ہو تو آج شام کو ایسٹ پارک میں جانا۔ تمہیں رضی پر غصہ آئے گا۔"

وہ کہہ کر چلے گئے اور میرے اندر ایک سوال گھوڑے کی طرح دوڑنے کو چھوڑ گئے۔ میں کبھی اس گھوڑے کے کان پکڑتا۔ کبھی دم پر سوار ہونے کی کوشش کرتا تو یہ گھوڑا مجھے منہ کے بل گرا کر مٹی چٹا دیتا۔

☼ ☼ ☼

خدا خدا کر کے شام آئی۔ میں شفاعت بھیا کی آنکھوں سے بچ کر ایسٹ پارک چلا گیا اور میری آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر آ گئیں۔ شمو، رضی کے ساتھ بیٹھی راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی اور ایک بہت بڑا شاپر میرا منہ چڑھا رہا تھا۔ کچی عمر کی پہلی چاہت کا یہ المناک انجام۔

میں کمر موڑ کر گھر آ گیا۔ مجھے شمو سے محبت نہیں تھی، مگر میں پھر بھی چیخ چیخ کر رویا تھا اور اپنی چیخوں کو تکیے میں دبا کر مار ڈالتا تھا۔

پھر میں یوں ہی کھڑکی پر کھڑا تھا، جب پچھلی گیلری میں عبدل اور شفاعت بھیا کو میں نے کن من، کن من باتیں کرتے سنا۔ میں سیڑھیاں اتر کر گیلری کے دہانے پر کھڑا ہو گیا اور ساری حسیات سماعت سمیت ان کی باتوں پر لگا دیں۔ ہوا کا رخ میری طرف تھا۔ عبدل کہہ رہا تھا۔

"آپ نے صحیح کہا تھا، شفو بھیا! رضی اور شمو مل کر راحت کو لوٹتے تھے۔ ایسی لتیں لگائی ہی اس لیے تھیں کہ وہ راحت کی جیب پر اپنے شوق پورے کرے۔ شمو نے آپ کے دیے پیسے آدھے آدھے بانٹے۔ میرا تو دل چاہ رہا تھا۔ دونوں کی تھوتھنیاں زمین پر ہی رگڑ دوں، مگر آپ نے منع کیا تھا۔ اس لیے ضبط کرنا پڑا۔"

صدمے پر یہ ایک اور صدمہ۔ دوست بھی ہاتھ سے گیا۔ میں مجنوں ہو کر گھر میں پڑ گیا۔ ساری پڑھائی کھٹائی میں چلی گئی اور تب تک 18 اکتوبر آ گئی۔ اماں اسپتال چلی گئیں۔ تب پہلی بار مجھے گھر میں خاموشی کا احساس ہوا۔

شفاعت بھیا اور اجمل بھیا ہسپتال میں تھے۔ عنایت بھیا صفیہ بھابھی کے ساتھ سسرال کے خرچ پر ورلڈ ٹور پر گئے ہوئے تھے۔ کوئی ایک جگہ ٹھکانہ تو تھا نہیں کہ انہیں خبر کی جاتی۔

اللہ اللہ کر کے طویل اور تکلیف دہ انجیو گرافی مکمل ہوئی۔ اماں غنودگی میں بھی "میرا شفو کہاں ہے۔۔۔ شفو کو بلا دو" کی رٹ لگائے ہوئے تھیں۔ اجمل بھائی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"شفو بھیا! آپ تو بھوت کی طرح اماں کے حواسوں پر چھائے ہوئے ہیں پلیز! اندر جائیے۔ انہیں اچھا فیل ہو گا۔"

شفاعت بھیا جز بز ہو کر اندر گئے اور اماں کا اطمینان مانو بس اب ساری حکومت ہاتھ میں تھی۔

"شفو! جب تک تجھے نہ دیکھ لوں، دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اگر مر جاتی تو بھی تجھ پر بڑی خوش گمانی ہے مجھے۔۔۔ تو گھر کو بالکل میری طرح سنبھال لے گا۔"

"ایسی باتیں نہ کریں اماں! شفو بھیا کی ساری طاقت، ساری ہمت آپ سے ہے۔ آپ ان کی سپورٹ پر ہیں، تب ہی یہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر قانون کا سکہ چلا پاتے ہیں۔ ورنہ آپ تو جانتی ہیں اپنے بچوں کو۔" اجمل بھیا ہاتھ تھامے ہوئے "شفاعت کی خوبیاں، پارٹ ٹو" چھاپ رہے تھے۔

مجھے اس دن سے پہلے کبھی اجمل بھیا برے نہیں لگے۔ میں نے رخ موڑ لیا۔

"کب تک ناراض رہے گا اپنی اماں سے؟" اماں نے ہاتھ پکڑا اور یوں لگا، جیسے جمی ہوئی برف پر کسی نے نمک چھڑک دیا ہو۔ نمک پڑتے ہی برف پگھلنے لگی، مگر پیرا میڈیکل اسٹاف درمیان آ گیا اور میں آدھا برف آدھا انسان بنا اماں کو تکتا رہ گیا۔

پچیس دن وہ آئی سی یو میں رہیں، پھر گھر آئیں تو شفاعت بھیا کی توجہ اپنے کام کی طرف گئی۔ ایک دو جگہ ان کی سی وی گئی ہوئی تھی۔ دونوں انٹرویو لیٹر ان کی ناکامی کا منہ چڑا رہے تھے۔

اماں کو پتا چلا تو بہت افسردہ ہوئیں "اگر ڈاک دیکھتا

رہتا تو اتنا اچھا موقع ہاتھ سے نہ نکلتا۔" شفاعت بھیا نے اماں کا ہاتھ تھام لیا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں اماں! میں نے جہاں اپنا وقت صرف کیا' وہ اس وقت سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا میرے لیے۔ اگر ملازمت لکھی ہے تو کہیں اور سے کال آجائے گی۔" لمحے بھر کو رکے پھر مسکرا کر بولے "نہ بھی آئی تو بھی اپنی کھیتی باڑی ہے ناں! گزارہ اچھا ہو جائے گا۔"

"اچھا نہیں' بہت اچھا ہو جائے گا۔ ابا کے پیسوں پر عیش کر رہے ہیں اور خدمت اور ایثار کے ٹیگ لگا کر بے وقوف بنا رکھا ہے سب کو۔" دل میں سوچتے ہوئے میں کمرے میں آتے آتے پلٹ گیا۔

پھر سب سے پہلا معرکہ دوپہر کے کھانے پر اٹھا اماں پرہیزی کھانے کی چور تھیں' ضد پر اڑ گئیں۔ وہ ہی کھائیں گی جو باقی سب کھائیں گے۔

سلمٰی آپا اسٹڈی روم میں کتاب پڑھتے شفاعت بھیا کو اٹھا لائیں۔

"یہ ہر مسئلے کا حل شفو بھیا کہاں سے بن گئے ہیں' کیوں بن گئے ہیں؟" میں نے جل بھن کر سوچا اور شفاعت بھیا اماں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں نے نہ ڈاکٹری نسخے کی بات کی' نہ کولیسٹرول کی کہانی ڈالی اور مسکراتے ہوئے بڑی ہی گرمجوشی سے ان کے قریب آ گئے۔

"ارے واہ! چکن اور لوکی... واہ واہ... بہت دن ہو گئے ہیں کھائے ہوئے۔" اماں نے گھور کے انہیں دیکھا اور وہ اماں کے بیڈ پر چوکڑی مار کے بیٹھ گئے۔

پھر یہ ان کا معمول بن گیا۔ وہ ہمیشہ اماں کے ساتھ کھانا کھانے لگے۔ اماں وہی بدمزا کھانا شفو بھیا کی محبت کے ساتھ چپ چاپ کھا لیتیں اور وہ جلد ہی صحت یاب بھی ہو گئی تھیں مگر شفو بھیا کا یہ معمول نہیں بدلا۔ جو اماں کھاتیں' وہ شفو بھیا کھاتے اور مجھے یہ سب نوٹنکی لگتا۔

☼ ☼ ☼

گھر میں تعمیراتی کام شروع ہو گیا۔ ہمارا گھر بڑا مگر دقیانوسی تھا۔ اب اچانک نئے نقشے سے بنیادیں اٹھائی جا رہی تھیں۔

تین ماہ میں گھر بن گیا۔ اندر سے پورشن الگ اور باہر سے گھر ایک لگتا تھا۔

"یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تیرے ابا کی مرضی سے بنا تھا سب کچھ۔" شفو بھیا نے اماں کے گلے میں بانہیں حمائل کیں اور میں نے چہرے پر اسپورٹس میگزین کی چھایا کر لی۔

"ابا نے اس وقت کے حساب سے بنایا تھا اماں! سب چھوٹے چھوٹے تھے۔ کسمپرسی سے گزارہ ہو گیا' مگر شادیاں کریں گے تو جگہ کی ضرورت پڑے گی۔ میں نہیں چاہتا' عنایت بھیا جیسا معاملہ پھر ہو۔"

"تو ہم صفیہ جیسی لڑکی کیوں لانے لگے؟" غصہ واضح تھا کیونکہ صفیہ بھابھی اور عنایت بھائی ابھی تک ان کی عیادت کو نہیں آئے تھے۔

"سب اچھے ہوتے ہیں اماں! بس کچھ میں مسائل سمجھنے' انہیں فیس کرنے اور حل کرنے میں مہارت ہوتی ہے اور کچھ جلد گھبرا جاتے ہیں۔ پھر مسائل ضرب در ضرب ہو کر لاینحل بن جاتے ہیں۔ انسان کو محبت سے ساتھ رہنا چاہیے... جبر اور زبردستی سے نہیں۔"

اور پھر اچانک اجمل بھیا کی شادی طے ہو گئی۔ اماں اس کے بھی خلاف تھیں' دونوں بہنیں گھر میں ہیں اور کراس کر کے ایک دم اجمل بھائی کی شادی ہو جائے' مگر بھابھی نورالعین کے ابا بستر مرگ پر تھے' اس لیے ان کی شادی اپنی آنکھوں کے سامنے کرنا چاہتے تھے۔

یوں چچازاد بھائی کے ہاں اماں شگن لے گئیں اور تاریخ طے کر آئیں۔ یہ رشتہ ابا نے طے کر رکھا تھا اور اماں ابا کو نہیں مانتی تھیں' مگر ان کے مرے پڑے فیصلوں کو بڑا مانتی تھیں۔ آخر مشرقی بیوی تھیں۔

میری زبان اور دل کا زہر باہر آنے لگا۔

اجمل بھیا نے ایک بار مجھ پر پھر ہاتھ چھوڑا تھا۔ شفو بھیا ان سے لڑ پڑے۔ یہ ان کے سامنے کا واقعہ تھا جو جھٹلانا اور مکر جانا ناممکن تھا۔ وہ اجمل بھیا کو دور لے گئے اور میں متجسس ہو کر ان کے قریب ہو گیا۔

"اس پر ہاتھ نہ اٹھایا کرو اجمل! میرا دل رکتا ہے۔ کم بخت زبان کا زہریلا سہی' مگر ابا کی کاربن کاپی ہے۔ میں صبح سے شام تک اس کی کتنی غلطیاں اگنور کرتا ہوں' صرف ابا کا چہرہ دیکھ کر۔ میرے ابا نے بڑی تکلیفیں دیکھیں۔ زیادہ تر اپنے غلط فیصلوں سے ہی' مگر میں ابا کو اس رنگ میں پھر سے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔" ان کی آنکھوں میں نمی تھی اور میرے حلق میں تلخی گھل گئی۔ میں نے ضد میں سگریٹ سلگا لیا۔

"آئے بڑے نوٹنکی' اماں کی طرح... ابا زندہ تھے تو خوش نہیں تھے اور مر گئے تو لوگوں کے سامنے ابا کی محبت کا دم بھر رہے ہیں ہونہہ۔" میں اپنے کمرے میں آ گیا۔

☼ ☼ ☼

پھر اجمل بھیا کی شادی ہو گئی۔ نورالعین بھابھی اچھی تھیں' مگر وہ اماں ہی کیا جو بہو کو اچھا ہونے کا خطاب دے سکیں۔ روز ہی جھگڑا رہتا' مگر اجمل بھیا کے آگے نور بھابھی کی ایک نہ چلتی۔ وہ بھی شفاعت بھیا کی طرح اماں کے مرید تھے۔

"اماں بھی غلط نہیں کہتیں' جہاں واقعی کمی ہوتی ہے' وہ اسی کو پوائنٹ آؤٹ کرتی ہیں۔ تمہارے اندر صفیہ بھابھی کی بہت جھلک ہے۔ تم یہ نہ بھولو کہ تمہاری شادی جن حالات میں کی گئی' وہ اماں کا ہی بڑا پن ہے۔ چچی جان کی تمام تر بدتہذیبی اور لڑائی کے باوجود انہوں نے ابا کی زبان کا پاس نبھایا۔ تمہاری جگہ اگر کوئی اور ہوتی تو شاید اماں کی خدمت میں سرنگوں رہتی۔"

"اگر انہوں نے ابا کی زبان کو نبھایا ہے تو مجھے سکون سے رہنے بھی تو دیں۔" اجمل بھیا لال بھبھوکا ہو گئے ان کی بات پر۔

"کیا بے سکونی ہے تمہیں اس گھر میں؟"

"مجھے نہیں پتا۔ بس مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے۔"

"سوچوں گا... جا کر حالات دیکھوں گا' پھر ہی کوئی فیصلہ کروں گا" وہ تیزی سے باہر نکلے اور مجھے ٹرے تھامے دیکھ کر اچنبھے سے رک گئے۔

"یہ کیا ہے... کس کے لیے ہے؟" میں گھبرا گیا۔

"وہ نور بھابھی نے کھانا نہیں کھایا تھا' اس لیے شفو بھیا نے کھانا بھیجا ہے ان کے لیے۔"

"شفو بھیا..." وہ زیر لب بڑبڑائے۔ "جاؤ! دے آؤ اسے کھانا..." لمحہ بھر کو رکے' پھر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ "قدر کرو شفاعت بھیا کی۔ دنیا میں جنتی آدمی ہے۔ اس کی "ہوں" پر "ہاں" کہو گے تو دنیا کے ساتھ ساتھ عاقبت بھی سنور جائے گی۔"

میں نے گردن جھکا لی' مگر دل پھر سے شفو بھیا سے آنا کانی کرنے لگا۔ میں کھانا دے کر واپس آ گیا۔

☼ ☼ ☼

اجمل بھیا اپنی چھٹیاں گزار کر واپس چلے گئے۔ نورالعین بھابھی سارا دن اماں کے دربار میں حاضر رہتیں اور میں کلستا رہتا۔ میں نے پھر سے بی کام میں داخلہ لے لیا تھا۔

پھر ایک جگہ پھنسا تو دوست سے کسی اچھے ٹیوشن سینٹر کی بات کی۔ وہ میری بات پر ایسا ہنسا جیسے میں نے کوئی لطیفہ سنا دیا ہو۔

"شفو بھیا ہیں ناں! ایم بی اے کیا ہے انہوں نے ٹاپ ون سے صرف پانچ پرسنٹ کم نمبرز لیے ہیں' اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے۔"

"بس کرو۔ کوئی ذمہ داریاں نہیں ہیں۔ سب خود پھیلا رکھا ہے۔ خالی خولی پبلسٹی۔"

میرا دوست میرا منہ تکنے لگا' مگر ہوا وہی۔ گھوم گھام کر بدھو کو گھر ہی آنا پڑا۔

میں جب شفاعت بھیا کے کمرے میں گیا' وہ کسی کو بہت ارجنٹ کال کر رہے تھے۔ اپنے ڈاکومنٹس سیٹ کر رہے تھے۔ مجھے دیکھا تو رک گئے۔

"خیریت ہے راحت؟"

میں نے مدعا بتایا تو حرکت کرتے ہاتھ یکدم رک گئے۔ خاموشی سے اپنی اسٹڈی ٹیبل تک گئے اور مجھے سوالات سمجھانے لگے۔ جو چیز میں دس دن میں دردر کی خاک چھان کر نہیں سیکھ سکا تھا' انہوں نے تین گھنٹے کی محنت سے ایسے مجھے ذہن نشین کرادیں کہ میں خود کو میتھ کا ماسٹر سمجھنے لگا۔ میں اٹھنے لگا تو انہوں نے الٹا مجھے "تھینکس" کہا۔

میں حیران ہو گیا اور دل میں خیال کیا کہ شاید یہ ذلیل کرنے اور مینرز سکھانے کی اعلا کوشش ہوگی' مگر میرے ذہن بے مہار سے بالکل الگ انہوں نے محبت سے مجھے کندھوں سے تھاما اور ان کے لب ملے۔

"مجھے اچھا لگا کہ تم نے اپنی پرابلم میں مجھے ایک بڑے بھائی کی طرح پکارا اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہاری محبت کا جواب محبت سے دے سکا۔"

محبت ___ محبت۔

میری آنکھیں کھلیں اور شرم سے جھک گئیں حالانکہ میرا دل ابھی تک اپنی نفرت پہ قائم تھا۔ دنیا میں دو شخص تھے جن سے مجھے کبھی محبت نہیں ہو سکتی تھی۔

ایک اماں' اور ایک شفاعت بھیا۔

اور دوسرے جنم پر میرا عقیدہ نہیں تھا' سو مجھے یقین تھا' یہ دوری ہمیشہ ایسے ہی رہنی تھی۔ میں ان کے کمرے سے باہر نکل آیا۔

پھر تیسرا دن تھا' جب وہ پہلی بار عنایت بھیا کی طرح تیار ہو کر باہر نکلے۔

سوٹ پہنے اور میچنگ ٹائی لگائے۔ ان کی تیاری میں سو فیصد اماں کا ہاتھ ہوتا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لیے اماں پر انحصار کرتے تھے۔ جو شخص زمینوں کا حساب کتاب دیکھتا تھا' جس نے ایم بی اے اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا اور آج نور بھابھی کے بقول ایک آفس میں "اسسٹنٹ سی' ای' او" کے عہدے پر جا رہا تھا' وہ شخص اپنی زندگی کے ہر کام میں اماں کا محتاج تھا۔ شاید آپ کو حیرت ہو' شفاعت بھیا کو اپنے جوتے کے تسمے تک باندھنے نہیں آتے تھے۔ یہ کام ہمیشہ اماں کرتی تھیں۔ اماں کی طبیعت خراب ہوتی تو وہ جوتی یا بغیر تسمے کے جوتے استعمال کرتے' مگر آج تک انہوں نے تسمے باندھنا نہیں سیکھا تھا۔

میں نے پہلی بار انہیں غور سے دیکھا ___ وہ ہم چاروں بھائیوں میں سب سے زیادہ خوبرو تھے۔ رنگ ان کا ہماری طرح صاف نہیں بس گندمی تھا' مگر ان کے چہرے کا نور اور شخصیت کا سحر بے حد متاثر کردینے والا تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔

"نظر لگانی ہے میرے بھیا کو اتنے غور سے دیکھ کر؟" سلمیٰ آپا کا شرارتی انداز دیکھ کر شفاعت بھیا مسکرانے لگے۔ پھر اماں کے تخت پر پیر رکھ کر انہوں نے تسمے بندھوائے اور عازم سفر ہوئے۔

"اچھے لگ رہے تھے ناں آج ___" آج سلمیٰ آپا نے چھٹی کی تھی۔ وجہ شفاعت بھیا کا پہلا دن تھا اور وہ یہ دن انجوائے کرنا چاہتی تھیں۔

"کوئی نہیں ___" میں منہ بگاڑ کے آگے بڑھ گیا۔ ہر ایک کو شفاعت بھیا کی شخصیت مسحور کن لگتی تھی۔ مگر مجھے ان سے اتنی ہی چڑ محسوس ہوتی تھی۔ پتا نہیں کیوں۔

پھر یوں ہوا شفاعت بھیا روز جانے لگے۔ ان کی تیاری اماں کی خاص مصروفیت ہوتی۔ شفو بھیا کی مصروفیت میں وہ نور العین بھابھی کو بھی بھولے رہتیں۔ نور العین بھابھی کی صفیہ بھابھی سے گاڑھی چھننے لگی تھی۔

میں "اماں اور شفاعت بھیا مخالف کیمپ" سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے وہ آسانی سے ہر بات مجھ سے شیئر کر لیتی تھیں۔ پڑھائی' گھریلو سیاست ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ یکدم عنایت بھیا لوٹ آئے اور آتے ہی عائشہ باجی کے لیے ایک رشتہ پیش کر دیا۔

اماں حق دق رہ گئیں۔ شفاعت بھیا تصویر دیکھنے لگے۔

سلمیٰ آپا سے تصویر ہوتی مجھ تک بھی پہنچی' مگر میں نے عائشہ باجی کے چہرے پر کوئی خوشی نہیں دیکھی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی۔ میں ابھی اپنا ہاؤس جاب مکمل کر رہی ہوں۔" ان کا احتجاج شفاعت بھیا کے ذریعے اماں تک پہنچا۔ اماں نے جہاں دیدگی سے انکار کی پرتوں میں جانے کیا دیکھا۔ کھٹاک سے عنایت بھائی کو منع کر دیا۔

مگر شفاعت بھیا عائشہ باجی کے پاس آ گئے۔

"کون ہے وہ ___" عائشہ باجی کے ہاتھ سے ٹی وی کا ریموٹ چھوٹ کر گر گیا اور رنگ اتر گیا۔ میں کمرے میں جاتے جاتے دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

کیا کہیں گی عائشہ باجی؟ بڑا سا سوالیہ نشان میرے اردگرد چکر پھریاں لینے لگا۔ سامنے شیشے میں عائشہ باجی کے تاثرات واضح تھے۔

"سعید احمد ___ میرے ساتھ ہی تعلیم حاصل کی ہے۔ ہم دونوں ہاؤس جاب بھی ساتھ کر رہے ہیں۔ وہ رشتہ لے کر آنا چاہتے تھے' مگر میں نے منع کر دیا۔"

"منع کر دیا؟ کیوں' کیا تمہیں لگا ہم ہٹلر ثانی ہیں؟" شفاعت بھیا کے لہجے میں حیرت بھرا دکھ تھا۔ عائشہ باجی نے گھبرا کے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں! مگر صفیہ بھابھی اور عنایت بھائی سے ڈر لگتا تھا۔ کہیں وہ اس کو ایشو نہ بنا لیں۔ آپ کو تو پتا ہے ناں' عنایت بھیا نے کس قدر میری تعلیم کی مخالفت کی تھی' پھر صفیہ بھابھی آئیں تو انہوں نے بھی کو ایجوکیشن کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ حالانکہ خود انہوں نے کو ایجوکیشن سے پڑھا۔ میں کیسے بھول سکتی ہوں شفو بھیا! اگر آپ اس وقت میرے لیے اسٹینڈ نہ لیتے تو میں اپنی تعلیم تک جاری نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس لیے میں نے سوچا' میں ایک اور بوجھ آپ کے کاندھوں پر ڈال دوں' یہ تو خود غرضی ہوتی۔"

"پاگل ___ صحیح کہا ہے لوگوں نے ___ بہنیں واقعی پاگل ہوتی ہیں ___ محبت میں بھی ___ بے وقوفی میں بھی۔" انہوں نے ان کا سر تھپتھپایا اور مجھے پتا چل گیا شفو بھائی ایک بار پھر عدالت میں جا کر عائشہ باجی کا مقدمہ لڑنے والے ہیں۔

مگر پھر نور العین بھابھی نے جانے کیا میٹھی میٹھی باتیں کیں کہ میں نے اپنی اہمیت جتانے کے لیے عائشہ باجی کا یہ راز افشاں کر دیا۔ نور العین بھابھی نے چٹخارے لے کر یہ بات صفیہ بھابھی تک پہنچا دی اور عنایت بھیا شام کو ہی گھر میں دھرے تھے۔

"شفاعت گھر کو جس طرف لے کر جا رہا ہے ناں اماں! دیکھ لیجیے گا' ایک دن سر پکڑ کر روئیں گی آپ۔"

"ہوا کیا ہے ___؟" اماں حیران تھیں اور شفاعت بھیا پریشان۔

"محبت کی شادی کرنا چاہتی ہے آپ کی بی بنو ___"

"آئے ہائے! میری بیٹی کے یہ کرتوت نہیں' جو تمہارے تھے۔ تم نے جس طرح ہم ماں بیٹے کو بے وقوف بنا کر شادی کی' میں خوب جانتی ہوں۔ آخر وقت تک میں سمجھتی رہی' میں اپنی پسند سے لڑکے کا گھر بسا رہی ہوں۔ یہ تو بعد میں کھلا' آنکھ مٹکا تھا دونوں کا۔ ہم تو بلاوجہ ہی بدنام ہو گئے۔"

"بس کر دیں۔ اپنی بیٹی کے کرتوت نظر نہیں آتے۔ مجھے کوس رہی ہیں۔ سچ کہا کسی نے' ساس کبھی ماں نہیں بن سکتی۔"

"شفاعت رشتہ لایا ہے۔ لڑکا ڈاکٹر ہے۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ اس لیے میں تو کل لڑکے کے گھر جا رہی ہوں۔"

"عائشہ کو بلائیں۔ میں پوچھتا ہوں اس سے۔"

"کس حق سے پوچھو گے؟ کوئی فرض نبھایا اس کا؟"

مگر صفیہ بھابھی چلترباز سے عائشہ باجی کا ہاتھ پکڑ کر لے آئیں۔ اس دن مجھے اپنی بے وقوفی پر سخت غصہ آیا۔ اگر یہ پتا چل جاتا کہ یہ راز کہاں سے "لیک آؤٹ" ہوا ہے تو شفو بھیا مجھے فوراً" سے پیشتر ___ قتل کر دیتے۔ وہ غیروں کی بیٹیوں کی عزت رکھنے پر جان پر کھیل سکتے تھے اور میں کیسا بھائی تھا کہ اپنی بہن کے سر سے آنچل کھینچ لیا تھا۔ اسے رسوا کر دیا تھا۔ میں رونے لگا شفاعت بھیا نے سینے سے لگا کر کہا۔

"مت گھبراؤ۔ شادی تو وہیں ہو گی' جہاں عائشہ چاہتی ہے۔"

وہ کول کمرے میں داخل ہوئے۔ صفیہ بھابھی کی

زبان کو سانپ سونگھ گیا۔ نورالعین بھابھی بھی ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔

"مجھے سعید میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ پسند کرنا کوئی جرم نہیں۔ عائشہ نے فیصلے کا مختار مجھے اور اماں کو بنایا تھا۔ کوئی عہد و پیماں نہیں کیے تھے۔ اگر میں یا اماں منع کر دیتے تو یہ رشتہ کبھی آگے نہیں بڑھتا مگر جب سعید مجھ سے ملا تو وہ مجھے عائشہ کے لیے بیسٹ چوائس لگا' اس لیے میں نے اماں کی رائے کے بعد سعید کو "ہاں" کر دی ہے۔ وہ اگلے ہفتے رسم کر جائیں گے۔"

اماں نے نظر اٹھا کر دیکھا اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔ سلمیٰ آپا خبر دینے عائشہ باجی کے کمرے کی طرف بھاگیں۔

میں عائشہ باجی کا ہاتھ تھامے اب بھی روئے جا رہا تھا' مگر مجھ میں اخلاقی جرات کی کمی تھی' اس لیے اپنا جرم نہ بتا سکا اور تب ہی شفاعت بھیا کمرے میں آگئے۔ عائشہ باجی بھاگ کر ان کے سینے سے لگ گئیں۔

ان کا ایک ہی خوف تھا۔ بات سارے خاندان میں پھیل جائے گی۔ صفیہ بھابھی خوب نمک مرچ لگا کر بات آگے بڑھائیں گی۔" شفاعت بھیا مسکرائے۔

"تمہاری شادی ہم صفیہ بھابھی کے لائے ہوئے رشتے سے کرواتے' تب بھی وہ کوئی نہ کوئی نقص' کوئی نہ کوئی چٹخارہ ڈھونڈ ہی لیتیں۔ تم دنیا کی فکر مت کرو۔ دنیا نہ آپ کے جینے سے خوش ہوتی ہے' نہ آپ کے مرنے سے۔ بس مستقبل کے اچھے خواب دیکھو۔ سعید کہہ رہا تھا' نکاح کے بعد وہ باہر چلا جائے گا اور پھر کچھ مہینوں بعد تمہیں بھی بلا لے گا' اس لیے وہ نکاح جلد چاہتا ہے۔" سر پر ہاتھ رکھ کر وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

"تم یہاں نہیں ہو گی تو پھر فکر بھی مت کرو کہ دنیا تمہارے لیے کیا کیا کہانیاں بناتی اور بگاڑتی ہے۔ جب سال دو سال بعد لوٹو گی تو تمہارے چہرے کی خوشی سے ہی ان سب کے منہ بند ہو جائیں گے۔"

☼ ☼ ☼

دوسری صبح عنایت بھیا اور صفیہ بھابھی واپس چلے گئے۔ اس بار وہ اپنا جینا مرنا ختم کر کے گئے تھے۔ اس دن اماں کو پھر درد ہوا تھا۔ ساری رات شفاعت بھیا ان کے سرہانے بیٹھے رہے۔

"اولاد ماں سے دور نہیں رہ سکتی۔ ابھی وقتی غصہ ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ عنایت بھیا خود لوٹ آئیں گے۔"

"اگر میں نہ رہی' تب لوٹا تو کس کام۔۔۔"

"اماں۔۔۔" شفاعت بھیا نے خفگی سے اماں کو دیکھا۔ پھر وہ ساری رات کونسلنگ کرتے رہے' دوسری صبح اماں کھڑی ان کے لیے ڈریس اور میچنگ ٹائی نکال رہی تھیں۔

"شفاعت بھیا جادوگر ہیں واقعی۔۔۔" میں نے سوچا اور دل میں ٹٹولا۔ نفرت کے منہ پر کسی نے کس کر دونوں ہاتھ رکھ دیے تھے۔ نہ وہ بول پا رہی تھی' نہ دیکھ پا رہی تھی۔

نکاح میں اجمل بھیا شامل نہیں ہو سکے تھے' مگر انہوں نے فون کر کے عائشہ باجی کو مبارک باد دی تھی۔ سلمیٰ آپا ہواؤں میں اڑی پھرتی تھیں۔ سب جگہ خوشی ہی خوشی تھی' مگر نورالعین بھابھی کا منہ بنا ہوا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا؟" میں نے چاہا میں انہیں صفیہ بھابھی کے سحر سے باہر نکالوں۔ وہ مجھ پر ہی الٹ گئیں۔

"تم سب کے سب نوٹنکی ہو۔ اپنے مطلب کے لیے کچھ بھی کر جاتے ہو۔ ماں اور بہنوں کی باتوں پر کلیجہ دھڑکتا ہے۔ ہم بہوویں کچھ کہیں تو مجرم' ظالم' مکار۔"

میں کان دبائے سنتا رہا۔ اجمل بھیا کے غصہ کی وجہ سے نورالعین بھابھی کو عائشہ باجی کے نکاح کی خریداری میں ہر طرح کا ساتھ دینا پڑا تھا اور وہ یہ غصہ مجھ پر نکال رہی تھیں کیونکہ صفیہ بھابھی روز فون کر کے ان کی غیرت اور حمیت کو جگاتی رہتی تھیں۔ ان کا خیال تھا' نورالعین بھابھی کو اس کام میں ہاتھ بٹانے کی قطعی ضرورت نہیں' مگر انہیں کرنا پڑ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

عائشہ باجی کا نکاح سادگی سے ہو گیا۔ چھ ماہ بعد سعید بھائی واپس آئے تو عائشہ باجی کی رخصتی ہو گئی۔ گھر خالی خالی ہو گیا۔

ولیمہ والے دن عائشہ باجی کی مسکراہٹ بہت کھلی کھلی تھی۔

"اس مسکراہٹ پر سو بار قربان۔" میں نے دل میں سوچا اور شفاعت بھیا میرے قریب آکر گنگنائے۔

"بہنیں مسکراتی ہوئی۔۔۔ اچھی لگتی ہیں ناں؟"

میں نے "ہاں" میں سر ہلایا اور وہ دوبارہ بولے۔

"اسی لیے میں نے ان دونوں کو کبھی بھائی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ابا کی نظر سے ٹریٹ کیا ہے۔ بہنوں کو باپ کی نظر سے دیکھو تو کبھی کبھی ان کی ناجائز بات بھی جائز اور ان کا حق لگتی ہے۔ مجھے خوشی ہے میں نے امانت داری کا ثبوت دیا۔ کسی کا حق نہیں روکا۔"

"قدر کرو شفو بھیا کی۔ دنیا میں رہ کر وہ جنتی ہیں۔" اجمل بھیا کا جملہ آج میری سمجھ میں آگیا تھا۔ مگر میں نے نظر ہٹالی۔ اتنے برسوں کا "ایٹی ٹیوٹ" ایک دم سے کہاں ختم ہوتا تھا۔

☼ ☼ ☼

پھر سلمیٰ آپا کی شادی طے ہو گئی۔ میں بہت خوش ہوا تھا کہ سلمیٰ آپا کی شادی اور اجمل بھیا کے ہاں پہلی بیٹی کے بعد دوسرا بیٹا ساتھ ہی ہوا تھا۔ سب ہی خوشی سے پاگل تھے۔

مگر سلمیٰ آپا کو یہ خوشی راس نہ آئی۔ ان کے شوہر' صفی بھیا شادی کے چند روز بعد ہی کراچی کے کسی ہنگامے کی نذر ہو گئے۔ یوں سلمیٰ آپا بیوگی کا آنچل اوڑھ کر ایک کمرے میں قید ہو گئیں۔ اماں کا دل غم سے پھٹا جا رہا تھا عائشہ باجی شادی میں شرکت کے لیے آئی تھیں اور انہیں کیا رسمیں ادا کرنی پڑ رہی تھیں۔ سلمیٰ آپا کے کمرے سے ہر وقت تلاوت کی آواز آتی رہتی۔

شفاعت بھیا رات رات بھر ٹہلتے رہتے۔ اماں بستر پر لیٹی جاگتی رہتیں۔

"اب کیا ہو گا' کون اپنائے گا میری بچی کو۔۔۔" ایک ہی غم کھائے جاتا تھا کہ سعید بھائی' محسن کی طرح اماں کے سامنے آن بیٹھے۔

"دوسرے ماں باپ نہیں ہیں۔ ورنہ اس رشتے کی بات وہ کرتے۔ اگر آپ کو مناسب لگے تو میرا ایک چھوٹا بھائی ہے۔ یو کے میں رہتا ہے۔ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے۔ اس کے لیے سلمیٰ کا رشتہ قبول کر لیں تو۔۔۔"

میری خوشی سے چیخ نکل گئی۔ شفاعت بھیا کا مرجھایا چہرہ کھل اٹھا۔ یوں سلمیٰ آپا عدت کے فوراً" بعد شیراز کی دلہن بن کر یو کے چلی گئیں۔ اماں اب شفاعت بھیا کی شادی کے درپے تھیں۔ لڑکیاں دیکھ رہی تھیں کہ ایک دم سے دھچکا لگا۔

ایک روز شفاعت بھیا گھر آئے تو ان کا چہرہ دیکھ کر اماں کی چیخیں نکل گئیں۔

"بتاؤ بھی شفو! سب خیریت تو ہے؟"

"اماں۔۔۔ اماں! اپنا اجمل شہید ہو گیا۔ کنٹرول لائن کے اس طرف سے بلا اشتعال فائرنگ کا جواب دیتے ہوئے' وہاں کے لوگوں کو محفوظ جگہ تک پہنچاتے پہنچاتے ایک انجانی گولی کا شکار ہو گیا ہمارا اجمل۔۔۔"

اماں کھڑے سے بیٹھ گئیں۔ مجھے لگا اماں مر گئیں' مگر شفاعت بھیا نے اماں کو پھر سے سنبھال لیا۔

نورالعین بھابھی عدت میں بیٹھ گئیں اور اماں کی ایک ہی ضد تھی۔

"میں نورالعین کو واپس گھر نہیں جانے دوں گی۔ میرے بچے کی نشانیاں ہیں اس کے پاس۔"

"ہم انہیں جانے کو نہیں کہہ رہے' مگر وہ کہتی ہیں' وہ یہاں کس رشتے سے رکیں؟"

"میں عنایت سے کہوں گی' وہ نورالعین سے عقد ثانی کر لے۔"

انہوں نے فون کیا اور پھر جو صفیہ بھابھی کی لن ترانی شروع ہوئی ہے۔

"شفاعت اور راحت ہیں ناں! کسی سے بھی کر دیں ان کی شادی۔۔۔ لیکن اگر کسی نے پھر عنایت کا نام لیا تو جان سے ماردوں گی۔"

اماں بے یارومددگار سی بیٹھی تھیں۔ ان کے آنسو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں تھمتے تھے۔ میں گھبرا کے اماں کے پاس سے اٹھتا بھی نہیں تھا۔ مجھے لگتا تھا، جہاں میں اٹھا، وہیں اماں مرجائیں گی۔ تب ہی اماں نے میرے ہاتھ تھام لیے۔

" راحت! تو کرلے ناں، نورالعین سے شادی۔ آج تک میں نے کبھی تجھ سے کچھ نہیں مانگا۔ مان جا ناں۔۔۔"

میں کرنٹ لگنے کی رفتار سے اٹھا اور اپنے کمرے میں آگیا۔ مجھے صبوحی یاد آنے لگی جس نے شفاعت بھیا کی طرح ہر اچھے، برے میں مجھ برے کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔

"میں اسے کیا بتا کر چھوڑوں۔۔۔؟"

"میں اماں کے آگے ہار گیا۔"

"مجھ میں ہمت نہیں کہ میں اماں سے تمہاری بات کروں۔"

"سنو! مجھے تم سے محبت نہیں۔"

رات بھر میں سگریٹ پھونکتا رہا۔ جملے سوچتا رہا پھر زندگی میں پہلی بار فجر کی نماز پڑھ کر میں اپنے "ڈیتھ سرٹیفکیٹ" پر دستخط کرنے کے خیال سے اماں کے کمرے میں داخل ہونے والا تھا کہ میں نے شفاعت بھیا کی مدھم آواز سنی۔

" راحت کو کچھ مت کہیں۔ وہ کسی کو پسند کرتا ہے۔ اس کے راستے میں ہمیں اپنی خواہش کا اتنا بڑا پتھر نہیں رکھ دینا چاہیے کہ نہ وہ آگے جاسکے، نہ پیچھے۔ نہ اپنے ساتھ انصاف کرسکے، نہ نورالعین کے ساتھ۔ میرا دل صاف ہے۔ یہاں کوئی آباد نہیں۔ مجھے اجمل کی عزت کو عزت سے رکھنے کا ہنر آتا ہے۔"

اماں شفاعت بھیا کے دل کے سادہ اور بے آباد ہونے پر دھاڑیں مار مار کر روئی تھیں۔

"شفاعت جب بھی مجھ پر وقت پڑا ہے تو نے مجھے جس طرح سنبھالا ہے، سہارا دیا ہے، میری دعا ہے، میرا اللہ تجھے نہ دنیا میں ناکام کرے، نہ آخرت میں۔۔۔"

شفاعت بھیا نم آنکھوں سے مسکرا دیے۔

"دنیا کے لیے کون جیتا ہے۔ رہی آخرت تو آپ کی ممتا نے خود بخود سنوار دی ہے۔"

میں پیچھے رہ گیا۔ شفاعت بھیا پھر ہمیشہ کی طرح آگے نکل گئے۔

☼ ☼ ☼

نورالعین اکلوتی بیٹی تھیں، مگر گھر میں بھابھیوں کا اتنا ٹھیکا تھا کہ اپنے گھر میں تیسرے درجے کا شہری بننے سے بہتر انہیں شفاعت بھیا کی بیوی بننا ٹھیک لگا۔

ایک جمعہ کو ان کا نکاح سادگی سے ہوگیا۔ وہ اٹھ کر شفاعت بھیا کے کمرے میں آگئیں۔ بچوں کو اماں نے سنبھال لیا۔ اجمل بھیا غصے کے تیز تھے اس لیے نورالعین بھابھی کبھی اختلاف کرسکیں نہ اپنی من مانی مگر شفاعت بھیا نرم دل اور ٹھنڈے مزاج کے تھے اس لیے وہ روز کسی نہ کسی بات پر ہنگامہ اٹھائے رکھتیں۔ اماں صدمے میں رہتیں۔

"میں نے شفاعت کی زندگی تباہ کردی۔" ایک یہ غم تھا اور ایک یہ غم کہ "میرا اجمل کتنی اذیت بھری زندگی جی کر گیا۔ کچھ بھی تو اچھا اور من مرضی کا نہیں دیکھا۔"

انہیں یہ غم لگا اور پھر یہ غم بڑھتا گیا، کیونکہ نورالعین بھابھی "شفو بھیا" سے اس بات پر لڑتی تھیں کہ وہ "ماما زبوائے" ہیں۔

انہیں ان کی تیاری سے لے کر سوچ تک میں اپنی اجارہ داری چاہیے تھی، مگر یہ ایک واحد بات تھی جس پر شفاعت بھیا کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔

"مان لے، وہ بیوی ہے تیری، حق بنتا ہے اس کا۔" اماں نے سمجھایا۔ پھر وہ ڈریسنگ ان کی مرضی سے کرنے لگے، مگر جوتوں کے تسمے اب بھی اماں سے بندھواتے۔ ناشتا، کھانا اماں کے ساتھ کھاتے۔ نورالعین بھابھی چڑچڑی ہوگئیں۔ جتنا وہ مانتے، وہ اتنا

"اور اور" کی گردان لگاتیں۔

یہاں تک کہ ایک صبح اماں کی طبیعت خراب ہوگئی۔ وہ فجر کا وقت تھا۔ شفاعت بھیا نماز کے لیے وضو کررہے تھے کہ اماں کے "شفو" کہنے پر بھاگے گئے تھے اور پھر ذرا کی ذرا دیر میں وہ اماں کو اسپتال لے کر بھاگے تھے۔ وہ آئی سی یو میں تھیں۔ ڈاکٹر وجاہت میرا کندھا تھام کے بولے۔

"شفاعت بہت باہمت اور جینوئن ہے۔ میں نے اس سے پندرہ سال پہلے کہہ دیا تھا کہ اس کی ماں کے پاس چھ، سات ماہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس لڑکے نے مجھے جھٹلا دیا۔ کہتا تھا "میری ماں بہت جیے گی میرا دل کہتا ہے اور میرا دل بہت کم غلط کہتا ہے۔" اس نے رپورٹس ٹیبل پر پھینک دی تھیں اور کہا تھا "نہیں مانتا میں ان رپورٹس کو۔۔۔ میرا اللہ سب سے بڑا معالج ہے۔ آپ دوائیں لکھ دیں پرہیز بتادیں۔ پھر دیکھیے گا کبھی آپ کی مسیحائی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

نورالعین بھابھی صوفے پر بیٹھی روئے جارہی تھیں۔

"ان کو تو زندگی کی خبر نہیں۔ اماں کی آنکھوں سے دیکھتے، اماں کے کانوں سے سنتے ہیں۔ میں سمجھتی تھی، ان کے پہننے اوڑھنے اور دیگر معمولات اپنے ہاتھ میں لے لوں گی تو وہ بھی میرے ہاتھ میں آجائیں گے، مگر مجھے تو پرسوں پتا چلا، میرے استری کرنے سے پہلے وہ اماں سے پسند کروا کے آتے تھے۔۔۔ میں چوز کیے ہوئے کپڑے استری کرنے بیٹھتی تو وہ میری چوائس میں کوئی نہ کوئی خامی نکال دیتے۔ کبھی کسی شرٹ کا بٹن توڑ کر، کبھی کوئی دھبہ لگا کر اور خود اماں کی منتخب کی ہوئی شرٹ اور پینٹ پیش کردیتے اور میں سر جھکا کر بے وقوف بن جاتی۔ راحت! انہیں تو اپنے جوتے کے تسمے بھی باندھنے نہیں آتے۔ اگر اماں کو کچھ ہوگیا تو ان کا کیا ہوگا۔ میرے شفاعت کا کیا ہوگا۔"

میں حیران نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔ تین سال میں اجمل بھائی ان کی زندگی سے غائب ہوگئے تھے۔ اماں پرائیوٹ روم میں شفٹ کردی گئی تھیں۔ وہ ساری زمینوں کا حساب کتاب کرنے بیٹھ گئیں۔ اس

دن مجھے پتا چلا شفاعت بھیا نے اپنے نام کبھی کچھ لکھا نہیں تھا۔ سب ہم بہن بھائیوں میں برابر برابر تقسیم تھا۔ اماں نے نحیف آواز میں کہا۔

"یہ اس کی خواہش تھی۔ کہتا تھا' اماں! مجھے آپ کی محبت مل گئی۔ سمجھوں گا' دنیا اور آخرت دونوں مٹھیوں میں قید ہو گئے۔" میں رونے لگا اور اماں نے میرا ہاتھ تھام کے کہا۔

"تم ساری زندگی سمجھتے رہے' مجھے حکمرانی اور شفاعت کو دولت کی طلب ہے تو تم نا سمجھ تھے۔ تمہارے ابا کے دن رات کے شاہانہ فیصلوں کی وجہ سے میں نے تم سب پر اتنی سختی روا رکھی۔ اگر میں بھی نرم اور بے عمل ہو جاتی تو تم میں سے کوئی بھی آگے نہ پڑھ سکتا۔ باقی خاندان کے بچوں کی طرح ڈنڈے بجاتے' جوتیاں' چٹخاتے پھرتے۔ شفاعت میرا بیٹا تھا مگر اس نے ایک دوست' ایک بیٹی کی طرح میرا خیال رکھا۔ وہ یہی کہتا تھا' اگر کسی مرض کے لیے کڑوی دوا دینی پڑے تو اماں! دینی چاہیے۔ میں آپ کی پشت پر ہوں۔ آپ جو چاہو کرو' میں دیکھ لوں گا' میں سنبھال لوں گا۔" اور جب وہ یہ کہتا میں دیکھ لوں گا' میں سنبھال لوں گا تو مجھے لگتا' میں کسی گھرے سائبان کے نیچے کھڑی ہوں۔ نیک اور فرماں بردار اولاد سائبان کی طرح ہی تو ہوتی ہے۔"

میں روئے گیا پھر جب میں کمرے سے باہر نکلا تو ربیعہ خالہ' اماں کی واحد سگی بہن باہر بیٹھی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی روکھے انداز میں مدھم بولیں۔

"تمہاری ماں ایک بہادر عورت ہے۔ اس نے دنیا سے لڑ کر' رسم و رواج سے بغاوت کر کے' تمہارے لیے بہتر مستقبل کی امید باندھی۔ لوگوں نے کہا' شادی کر لو۔ معاشرے میں چلنے کے لیے مرد کا آسرا بہت ضروری ہے تو وہ ہر ایک سے لڑ پڑی تھی۔ اس نے کہا' مجھے میرے اللہ کا آسرا اور میرے بچوں کی محبت کافی ہے۔"

"بچوں کی محبت؟" میرے آنسو اور روانی سے گرنے لگے۔ عنایت بھیا اور میں کہاں کھڑے تھے؟

میرے سینے سے چیخیں نکلنے کو بے قرار تھیں۔ وہ مزید بولیں۔

"حسن اکبر بڑے من موجی اور پیسے خرچ کرنے میں ہر فن مولا تھے۔ جتنا کماتے تھے' اس کو لٹانے کے لیے بھی راستے ڈھونڈ لیتے تھے۔ پورے خاندان میں ان کی عاشق مزاجی مشہور تھی' مگر یہ تھا' وہ کسی پر جتنی جلدی پاگل ہوتے' اتنی ہی جلدی ان کا بھوت اتر جاتا اور لوٹ کر نجمہ کے پاس ہی آتے۔ نجمہ نے بھی کبھی انہیں نہیں دھتکارا۔ ہمیشہ اپنے سینے سے لگا لیا۔ کبھی کبھی میں اس کے صبر پر چیخ پڑتی اور وہ یہ ہی کہتی "معاف نہ کروں تو اور کیا کروں۔ واسطہ اتنا بڑا دیتے ہیں' ایسے روتے ہیں' گڑگڑاتے ہیں کہ میرا دل پسیج جاتا ہے۔" جب وہ بستر مرگ پر پڑے تو دو تین عورتوں نے ان کی بیوی ہونے کا دعوا کیا تھا۔ وہ بول سکتے تھے نہ سن سکتے تھے' یہ ہی وجہ تھی میں نے نجمہ کو مشورہ دیا سب کچھ اپنے نام لکھوا لو تاکہ بعد میں مشکل نہ ہو۔"

"وہ عورتیں...؟" مجھے اپنے لفظوں کی تلخی انی کی طرح اپنے کلیجے میں چبھتی محسوس ہوئی۔ وہ نفرت سے بولیں۔

"جھوٹی تھیں بے غیرتیں... تمہارے ابا کی رنگین طبیعت کا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں' مگر تمہاری اماں کے چند سوالوں کے آگے ہی نہ ٹک سکیں۔ بھانڈا پھوٹ گیا ان کا تو چلتی بنیں۔" میں اماں کے پاس پھر سے جانا چاہتا تھا' مگر نہیں جا سکا۔

اور شفاعت بھیا نے سلمیٰ آپا اور عائشہ کو بلا بھیجا۔ میرا دل ٹھٹکا۔ میں سمجھ گیا کہ اب شفو بھائی کا دل کیا کہتا ہے... میں نے آنکھیں بند کر لیں اور رونے لگا۔

اور واقعی تیسرے دن اماں کو ایک اور اٹیک ہوا۔ وہ ہم سے جدا ہو گئیں۔ شفاعت بھیا خاموش بت بن گئے۔ اماں کے سرہانے سے ایک بار بھی نہیں اٹھے۔ سعید بھائی' شیراز بھائی نے رلانے کی کوشش کی' مگر نہ روتے تھے' نہ سوتے تھے۔

اماں کا چالیسواں ہو گیا۔ چالیسویں کے بعد اماں کے

کمرے کو چھیڑا گیا تو ایک بکس پر سب کی آنکھیں ٹک کر رہ گئیں۔ عنایت بھائی نے صفیہ بھابھی کے کہنے پر بکسے کا تالا توڑا اور صفیہ بھابھی کا منہ بن گیا۔

"یہ بھی کوئی بات ہوئی... اتنا بڑا دھوکا۔" میں نے تیز نظروں سے انہیں گھورا اور نور العین بھابھی' شفاعت بھائی کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئیں۔ شفاعت بھائی چیزیں نکالتے جاتے اور روئے جاتے۔

میرے کھلونے' عنایت بھائی کا ریپ کا بہترین نمبروں سے پاس ہونے کا رزلٹ کارڈ' اجمل بھیا کے اسکول میں ایوارڈ لینے کی تصویر' سلمیٰ آپا کی ننھی سی فراک' عائشہ باجی کی چھوٹی سی جوتی' جسے پہن کر وہ پہلا قدم اٹھانے کے قابل ہوئیں اور سب سے آخر میں سلمیٰ آپا کا تازہ دکھ' ان کی بیوگی کا سفید دوپٹا۔

بکس خالی ہو گیا اور شفاعت بھیا کے مجسمے میں پہلی بار تحریک ہوئی۔ وہ کچھ نہیں بولے۔ بس روئے جا رہے تھے۔

"میرے لیے کچھ نہیں' میرا کچھ بھی نہیں۔" مجھے وہ سائیکو لگنے لگے تھے۔ تب ہی میں نے انہیں سینے سے لگا لیا۔

"نشانیاں ان کی رکھتے ہیں' جو آپ سے دور ہوں... جو دل کے قریب ہوں' سانس کی طرح ہر وقت دھڑکن میں شامل ہوں' ان کی نشانی رکھنے کا فائدہ..."

یوں لگا' اس جملے نے ان کے اس لمحے کے احساس محرومی کو چھو لیا تھا۔ وہ چپ ہو گئے۔

☼ ☼ ☼

اور رات گئے نور العین بھابھی میرے سامنے بیٹھ کر روئے جا رہی تھیں۔

"اماں نے اتنی عادتیں خراب کر دی ہیں ان کی کیا کریں گے وہ؟ کیسے جئیں گے ان کے بغیر؟ انہیں تو اپنے جوتوں کے تسمے تک باندھنے نہیں آتے۔"

میں صبح اٹھا۔ آج چالیسویں کے بعد وہ پہلی بار آفس جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ بھابھی ناشتا بنا رہی تھیں۔ تب ہی انہوں نے سلمیٰ آپا کو کہا۔

"ذرا چائے دیکھنا۔ میں ان کے جوتوں کے تسمے باندھ آؤں۔" سلمیٰ آپا چولہے کے پاس چلی گئیں۔ نور العین بھابھی دروازے سے باہر بھی نہیں نکلی تھیں کہ وہ ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئے۔ ان کے تسمے بندھے ہوئے تھے۔

"وہ بہت ماہر سائیکاٹرسٹ ہے۔ اس نے اپنی ماں کو ہر کام میں' گھر کے چھوٹے سے چھوٹے کام میں اتنا انوالو رکھا کہ وہ اپنی بیماری کی طرف توجہ دے سکیں' نہ اس غم کو دل سے لگایا کہ وہ بچوں کے جوان ہونے پر عضو معطل ہو گئی ہیں۔ بہت کم بچے اس طرف توجہ دیتے ہیں۔ خاص طور پر بیٹے تو اور کم۔" میرے دماغ میں ڈاکٹر انکل کے جملے گونج رہے تھے۔ میں بھاگ کر اٹھا اور ان کے سینے سے لگ گیا۔

"آج میری ہر نفرت آپ کی محبت کے آگے باطل ہے۔ اگر آج کوئی کہتا ہے کہ اماں صرف شفو کی تھیں تو میں کہوں گا' یہ ان کا حق ہے' کیونکہ شفو بھی تو صرف اماں کا تھا۔ وہ جتنا اماں کا تھا' شاید خود اپنا بھی اتنا نہیں تھا۔"

شفو بھیا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ نور العین بھابھی نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے کہا۔

"اماں نہیں ہیں تو کیا' میں اماں کی چوائس کے مطابق آپ کی ڈریسنگ کا خیال رکھوں گی۔ شاید وہ مجھ سے خوش ہو جائیں۔" شفاعت بھیا نے محبت سے انہیں دیکھا اور نرمی سے بولے۔

"وہ تم سے ناراض نہیں تھیں۔ کبھی ماں اپنی بیٹیوں سے ناراض ہوتی ہیں' اگر ہوں بھی تو ان کا غصہ یوں رفع ہوتا ہے... یوں۔" انہوں نے انگلیوں سے چٹکی بجائی۔ نور العین بھابھی مسکرانے لگیں اور میں نے دعا کی تھی کہ یہ مسکراہٹ سدا اماں کی دعا بن کر شفو بھیا کی زندگی کو سنوارتی رہے۔

سعدیہ عزیز آفریدی

''پتہ نہیں اس سے پہلی بار کس نے کہا تھا محبت خوبصورت ہوتی ہے۔'' یکدم اس نے پڑھتے پڑھتے کتاب اس جملے پر ہی بند کر دی۔

یہ کیا ضروری ہے کہ انسان اس جذبے کے آگے ضرور ہار مانے' یہ کہاں کی دوستی ہے کہ محبت ہمیشہ سر بلند' سر ہی جھکانے کو آگے بڑھتی ہے۔ کیسی محبت کہاں کی محبت' دماغ' واویلا کیے جاتا ہے۔ مگر دل دغا دے کر دشمنوں کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے۔ محبت ایسی حسین' ایسی دلکش... دل پھر سے ذات کے گرد خوش نما راہوں کے جال بننے لگتا ہے اور سربلند رہنے والا سر جو کبھی کسی کے آگے نہیں جھکتا اس جذبے سے شکست کھا جاتا ہے۔

محبت اگر دروازہ ہے تو یہ ہمیشہ اندر سے کھلتا ہے' باہر سے آنے والا تو صرف قیام کرتا ہے۔ اندر بیٹھی امید اور حسرت نما انتظار اصل میں معبر دل سجاتا ہے۔ ''مجھ میں رہو پھر وہ دل کرو جیون' جا ہو تو سب جیت لے لو مگر سنسان گھر میں جھکو تو ناگہ پھر ان آوازوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے عمر تمام ہو جاتی ہے اور سنگ...''

''سنو یہ کب اور پہلی بار کس نے' کس سے کہا تھا محبت خوبصورت ہوتی ہے۔'' اندر باہر سوال ہی سوال تھے وہ کتاب [illegible] کے بے قدموں چلنے کی آوازیں اس کو ہراساں کر رہی تھی۔

''یہ محبت... محبت کرنا بھی کیا ہوتا ہے... بقول شاعر

اپنی ذات سے عشق ہے سچا
باقی سب افسانے ہیں

وہ کل کتنے وثوق سے سلامہ رفیق کے سامنے الجھ سے بولی تھی اور شاہین حسن نے بہت گہری نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔

''محبت کرنا یا نہ کرنا کیا ہوتا ہے' از علمی دل امیت تو خود راہ بناتی دل میں در آتی ہے اور سفر ہوتے کو زندگی رہ جاتی ہے بھاگتے رہیے اس کے پیچھے پھر ہاتھ نہیں آتی اور دل اس داؤ گھات پر بھی اس سے بدل نہیں ہوتا۔

کیسی محبت' کہاں کا عشق ہم پر سب کچھ روشن تھا یونہی ذرا سا شوق ہوا تھا آؤ دل برباد کریں سو ہم سب بھی اسی شعر کی تفہیم ہیں کہ آؤ دل برباد کریں اور محبت ہمارے اس شوق' اس حسرت کو بھی رد نہیں کرتی۔''

شاہین حسن کی نظر کی تہی میں کیسا درد اور کتنا تھا' وہ خاموش سی اسے دیکھتی رہ گئی تھی اور رات جب اس نے صفوان امیر کی فون کال ریسیو کی تھی تو بس اچانک دل نے صدا دی تھی۔

''آؤ دل برباد کریں۔'' اور محبت چپکے سے اندر قیام کرنے آ بیٹھی تھی۔

یہ محبت کیسی لامحدود ہے۔ مٹھیوں میں نہیں آتی' وجود کے اندر سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتی ہے۔ آسمان کی وسعتوں سے آگے کی بات لگتی ہے۔ یہ جس دل میں قیام کرے وہ ایک دائرے میں ہی

"یہ عورت سمجھتی ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔" وہ گنگ تھی اور وہ اس کے قریب چلا آیا۔

"تم بہت خوبصورت ہو اتنی خوبصورت کہ تمہارے لیے میں تم سے شادی بھی کرسکتا ہوں مگر پھر سوچتا ہوں کوئی تو وجہ ہوگی جو کسی نے تمہیں اپنے گھر سے ہاتھ پکڑ کر باہر کیا بندے کو گھر والوں سے بہتر کون جانتا ہے جان سکتا ہے مگر تم یہ بھول گئیں بتاتے وقت کہ ہر شخص ہمدردی میں بھی چاہے تو اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا تم ہو ہی کیا؟ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے یہاں کھڑے کتنے ہی مرد تمہیں خاموشی سے اپنی محبوبہ سمجھتے ہیں' تمہاری فوٹو گراف پر جلتے لب رکھ کر تمہیں خراج تحسین دیتے ہیں۔ ازعلہ عدیل! تم صرف باہر کی عورت ہو باہر کی عورت۔" وہ لڑکھڑانے لگا تھا کچھ لوگ اسے تھامنے آگے بڑھے تھے اور اس نے سوچا کہ۔

"گرنے والا وجود صفوان امیر کا نہیں اس کا تھا مگر اب کسی کا سہارا نہیں درکار تھا اسے تو وہ بس کو کاندھے پر ڈال کر قدموں کو چلنے کے لیے آمادہ کر رہی تھی' جب وہ خود کو سنبھالنے والوں سے چھڑا کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

"ازعلہ عدیل! تمہارے ساتھ مجھے باتیں کرنا اچھا لگتا تھا' تمہارے ساتھ گھومنا پھرنا اچھا لگتا تھا مگر تمہیں یہ کیوں لگا میں تم سے شادی بھی کرلوں گا۔

لڑکیاں دو طرح کی ہوتی ہیں! ایک وہ جن سے محبت کی جاتی ہے ایک وہ جن سے شادی کی جاتی ہے۔ مگر ازعلہ عدیل! تم ان دونوں کیٹگریز میں کہیں نہیں آتیں' کیوں کہ تم صرف وہ لڑکی ہو جس کے ساتھ اچھا وقت گزر جاتا ہے' جھوٹی محبت کے قابل بھی نہیں ہو تم [illegible]" اس نے آگے چلنے والے قدموں کو روکا نہیں تھا اور وہ پیچھے چیخ رہا تھا۔

"ازعلہ عدیل! میری جان ہے میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

"پاگل ہوگئے ہو صفوان! وہ لڑکی کس قدر … ہے' یہ کوئی کہنے کی باتیں تھیں۔ تم نے میری … درہم برہم کردی۔" وہ رو رہی تھی بے تحاشا … زمین ایک کرکے تب سلامہ رفیق اس کے … آ رکا۔

"چلو میں تمہیں گھر چھوڑ دوں۔" اس کی … آنکھوں میں نم تیرنے لگا' وہ اس کے ساتھ باہر … بیٹھ گئی تھی راستہ کیسے طے ہوا اسے خبر نہیں … اس کے گھر آکر وہ کمرہ بند کرکے خوب روئی …

صبح بہت بوجھل تھی کہ اچانک سلامہ رفیق … ایمرجنسی میں شاہین کے ہاسپٹل ایڈمٹ ہونے … سنائی وہ ہاسپٹل کے کوریڈور میں ٹہل رہی … رفیق ایک اچھے دوست کی طرح دوائیاں وغیرہ … تھا اور پھر کچھ دیر بعد کی بات تھی وہ اس کے … خوش خبری سنا رہا تھا۔

"شاہین ایک بیٹے کی اماں جان بن گئی ہے۔" خوشی اور غم کی کیفیت میں لٹکتی ہوئی اندر گئی شاہین … وقت آئی سی یو میں تھی اور بیٹا کمزور ہونے سے انتہائی نگہداشت میں رکھا گیا تھا' بچے کا تنفس ٹھیک کام نہیں کر رہا تھا۔

"ہماری شاہین بچ تو جائے گی نا۔" اس نے … میں بکتے خوف سے زرد پڑتے سلامہ رفیق کو وہ … نے کچھ نہیں کہا اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے طارق کو فون کرنے چل دیا' رازی شام … مگر شاہین حسن کی حالت دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

"یہ کیا حال کرلیا اس لڑکی نے۔"

"آپ نے اسے کسی قابل چھوڑا تھا' جو وہ اپنا خیال کرتی۔" وہ وجود کو آگے بڑھی مگر سلامہ رفیق … اسے روک لیا۔ … پکارا۔

"زندگی بہت کم موقع دیتی ہے اپنی غلطیاں درست کرنے کے لیے' اگر آپ واقعی اس لڑکی سے